احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جنوری 2011ء

هجرت الی الله

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کا روحانی و اصلاحی خطاب

حضور کے آباء و امہات کا ایمان

تہذیبی استحکام میں آبادی کا کردار اور ہماری ذمہ داریاں

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی عظیم علمی و تحقیقی تحریر

اسلام اور اہل کتاب

تعلیماتِ قرآن وسنت اور تصریحات ائمہ دین کی روشنی میں

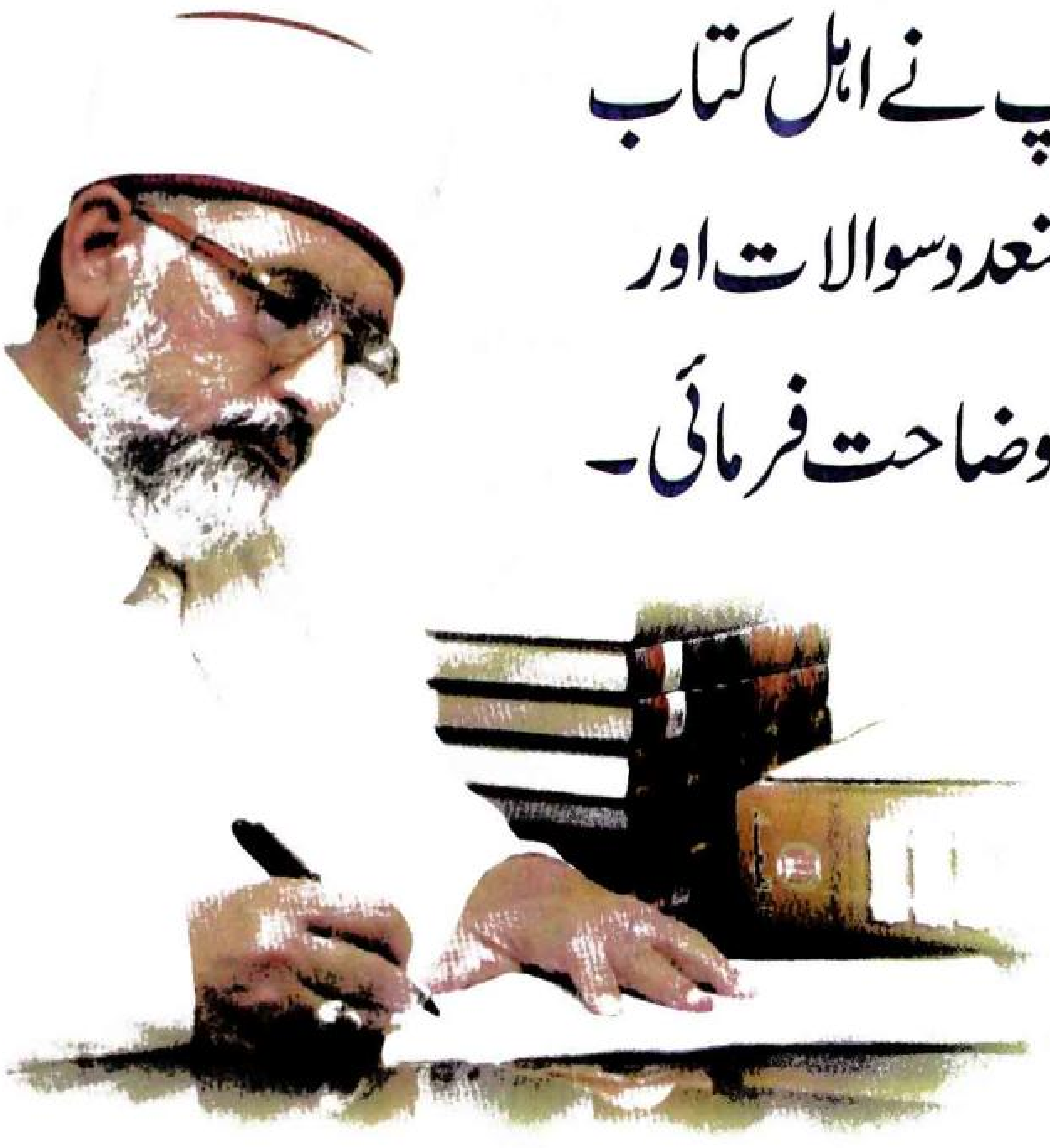

جس میں آپ نے اہل کتاب
سے متعلقہ متعدد سوالات اور
اشکالات کی وضاحت فرمائی۔

یہ خصوصی تحریر سہ ماہی ''العلماء'' ماہ جولائی کے شمارہ میں شائع ہو رہی ہے۔

خصوصی شمارہ کے حصول کے لئے

مرکزی سیل سنٹر اور مرکزی دفتر منہاج القرآن علماء کونسل
365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور رابطہ کریں۔

Ph#: 042-111-140-140 Ext:131,258

احیائے اسلام و امنِ عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

فیضانِ نظر
حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی البغدادی

زیرِ سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

جلد 25 شمارہ 7 شعبان ۱۴۳۲ھ جولائی 2011ء

www.minhaj.info info@minhaj.info

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری

ایڈیٹر
محمد یوسف

اسسٹنٹ ایڈیٹر
اظہر الطاف عباسی

مجلس مشاورت
صاحبزادہ فیض الرحمن درانی، ڈاکٹر رحیق احمد عباسی
شیخ زاہد فیاض، جی ایم ملک، رانا فیاض احمد خان
راجہ جمیل اجمل، سرفراز احمد خان، غلام مرتضیٰ علوی
قاضی فیض الاسلام، سمیرا رفاقت

مجلس ادارت
علامہ محمد معراج الاسلام، مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی
پروفیسر محمد نصر اللہ معینی، ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری
معاون طباعت: محمد جاوید کھٹانہ
ترسیل مینجر: امیر حسنین
عکاسی: محمود الاسلام قاضی

قیمت فی شمارہ: 25 روپے
سالانہ زرِ تعاون: 250 روپے

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

مشرق وسطیٰ جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ
اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک منہاج القرآن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان
فون: UAN: 111-140-140 فیکس: 5168184

ناشر محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

حسن ترتیب

اداریہ

قومی مسائل کا حل۔ تنقید یا تعمیر نو! — ڈاکٹر طاہر حمید تنولی — 3

القرآن

ہجرت الی اللہ — ڈاکٹر محمد طاہر القادری — 5

الحدیث

امت کو تجدید ایمان کا حکم — علامہ محمد معراج الاسلام — 12

الفقہ

دم درود اور تعویذات کی شرعی حیثیت — مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی — 17

عقائد

حضور ﷺ کے آباء و امہات کا ایمان — مفتی غلام دستگیر افغانی — 21

تربیت

کامیاب لوگوں کی خصوصی عادات — شفاقت علی شیخ — 28

تاریخی حقائق

تہذیبی استحکام میں آبادی کا کردار — عبدالستار منہاجین — 37

سرگرمیاں

اجلاس مرکزی مجلس شوریٰ تحریک منہاج القرآن — رپورٹ — 43

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

امام محمد بن ادریس الشافعیؒ کی عربی زبان میں
لکھی گئی حمد و مناجات کا ترجمہ

مرا دل اے مرے مولا ہے عاشق تیری رحمت کا
وہ روز و شب ہوں یا عالم ہو خلوت اور جلوت کا

جو کچی اور پکی نیند میں پہلو بدلتا ہوں
تو تیری یاد کو روح و نفسُ کے بیچ پاتا ہوں

ترا عرفان میرے قلب پر احسان ہے تیرا
کہ اے اللہ تو ہے نعمتوں اور پاکیوں والا

مرے عصیاں اگرچہ سب کے سب تھے علم میں تیرے
نہ رسوا مجھ کو فرمایا، سبب میرے گناہوں کے

مجھے بھی صالحین میں کر شمار اور مجھ پہ کر احساں
نہ مجھ پر ڈال جب ہو امرِ دینی میں کوئی خلجاں

یہاں بھی اور وہاں بھی میرے اوپر مہرباں رہنا
بروز حشر ''آیات عبس''☆ میں جو ہے وہ کرنا

(شہزاد مجددی)

☆ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ. ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ
(عبس: ۳۸، ۳۹)

نعت بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حوالہ نور کا، خوشبو کا استعارہ ہے
عظیم سارے جہاں سے نبیؐ ہمارا ہے

وہ بے نواؤں کا ملجا، یتیموں کا والی
شکستہ دلوں کا وہی سہارا ہے

جراحتِ دل و جاں کی کرے مسیحائی
اسی کے ہاتھ میں ہر عارضے کا چارا ہے

نشانِ منزلِ طیبہ دکھا رہا ہے ہمیں
افق پہ دل کے جو اک رہ نما ستارا ہے

گدا کریم کا ہوں، مجھ کو زندگی کی نوید
انہیؐ کے چشمِ کرم کا فقط اشارہ ہے

لپیٹ لیتی ہے رحمت خود اپنے دامن میں
اس امتی کو کہ جس نے انہیں پکارا ہے

اسی کا اسم منور طلوعِ مہرِ حقیقت
مری حیات کے مطلع پہ آشکارا ہے

تلاطمِ نشیبِ دوراں میں بالیقیں نیر
نظامِ مصطفویؐ نور کا منارا ہے

(ضیاء نیر)

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قومی مسائل کا حل - تنقید یا تعمیرِ نو!

دورِ جدید میں ریاست انفرادی یا شخصی اقتدار کا نام نہیں بلکہ عوام اور مملکت کے ان اداروں پر مشتمل ہوتی ہے جو اس ریاست کے جملہ اندرونی اور بیرونی امور کے نگہبان اور ذمہ دار ہوتے ہیں۔ گویا ریاستی ادارے وہ بنیادی ستون ہیں جن پر پورا ریاستی ڈھانچہ کھڑا ہوتا ہے اور ان کو گزند پہنچانا ریاستی وجود کو تہ و بالا کرنے کے مترادف ہے۔ پاکستان کا شمار ان ممالک میں ہوتا ہے جو روزِ اول سے ہی نہ صرف گوناں گوں مسائل کی زد میں رہے بلکہ یہاں اداروں اور روایات کو استحکام بھی میسر نہ آ سکا۔ اگر آج ہم قومی سطح پر مسائل کا جائزہ لیں تو ہمارے اکثر و بیشتر مسائل کی اساس اداراتی عدم استحکام اور قومی سطح پر صحت مند روایات کا موجود نہ ہونا ہے۔

آج دہشت گردی، امن عامہ کی بدترین صورتحال، معاشی عدم استحکام اور عالمی سطح پر پاکستان کے تشخص کو درپیش چیلنجز کے پیش نظر اربابِ بست و کشاد کو سنجیدگی کے ساتھ ان مسائل کے مستقل، دیرپا اور قابل عمل حل تلاش کرنے کے لیے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ تاہم یہ طرزِ عمل قومی سطح پر قابل افسوس ہے کہ آج جبکہ وطن عزیز مسائل کی آماجگاہ بنا ہوا ہے ہم میں سے اکثر مسائل کو حل کرنے یا ان کے حل کے لیے عملی اقدامات کی بجائے ریاستی اداروں کو ہدف تنقید بنا رہے ہیں۔ آج ہمارے معاشرے میں احتساب اور ریاستی اداروں کی اصلاح کا مطالبہ شدت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ تاہم یہ ایک المیہ ہے کہ اس فضا میں ہماری نظر اصلاحات کے عمل، طریق کار کی پیچیدگی اور اس میں حائل مشکلات پر نہیں ہے۔ اگر ہم واقعی ریاستی سطح پر اداروں کی اصلاح چاہتے ہیں تو اس کے لیے نعرہ بازی، سیاسی بیان بازی اور عوامی مقامات پر گفتگو سے زیادہ ضروری پالیسی کی سطح پر اقدامات کرنا ہے۔ بحیثیت قوم اگر ہم جذبات کی رو میں بہہ کر فیصلے کریں گے تو قومی مفاد کے تحفظ اور منصوبہ بندی کی تشکیل کے عمل میں منطقی غور و فکر کی بجائے جذبات کے تحت فیصلے کریں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پچھلی کئی دہائیوں کے دوران ہماری نا اہلیوں کے باعث آج عوام ایسے مسائل کی دلدل میں پھنس چکے ہیں جس کا چند برس پیشتر تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ صرف معاشی صورت حال کا ہی جائزہ لیں، تو ایک اندازے کے مطابق 18 ملین پاکستانیوں سے زیادہ کی یومیہ آمدن 100 روپے سے بھی کم

marfat.com

ہے اور 60 فیصد پاکستانی بدترین غربت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یعنی وہ بنیادی انسانی ضروریات، خوراک، صاف پانی، صحت، چھت اور تعلیم تک سے محروم ہیں۔ دوسری طرف اگر عوام کی حالت کو بہتر بنانے کے لیے حکومتی اقدامات کو دیکھیں تو 12-2011ء کے بجٹ میں صدر اور وزیراعظم کے بیرونی دورہ جات کے لیے 5.5 ملین روپے فی دن کے حساب سے رکھے گئے ہیں۔ اگر ہمارے صدر اور وزیراعظم ایک ماہ کے لئے بیرون ملک کے دورہ جات ملتوی کردیں تو اس رقم سے غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے والے 72 ملین افراد میں سے 2 ملین لوگوں کو دو وقت کا کھانا فراہم کیا جاسکتا ہے۔

ایبٹ آباد اور پی این ایس کراچی کے واقعے کے بعد اور کراچی میں رینجرز کے ہاتھوں ایک نوجوان کے قتل نے سکیورٹی اداروں کی حیثیت اور فرائض میں کوتاہی کو عوام میں مزید نمایاں کر دیا ہے۔ چند افراد کی نااہلیت اور فرائض سے غفلت اور اپنے اختیارات کے ناجائز استعمال سے اداروں کا وجود ہدف تنقید بن رہا ہے۔ قومی سطح پر ہمیں اپنے اداروں کو ایسے افراد سے پاک کرنا ہوگا جو ہمارے اداروں کی ساکھ، نیک نامی اور اہلیت کے لیے بدنامی کا باعث ہوں۔

تحریک منہاج القرآن کا منہجِ عمل پہلے دن سے اعتدال توازن پر مبنی رہا ہے۔ قائد تحریک شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ہمیشہ دینی، اعتقادی، مذہبی، مسلکی اور سیاسی سطح پر اعتدال کی روشنی کا پرچار کیا ہے۔ آج ہمیں قومی سطح پر اعتدال پر مبنی روش اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں جذباتی انداز اور قوم کے سامنے موہوم خیالات و مقاصد پیش کرنے کی روش کو ترک کرنا ہوگا کیونکہ پاکستان کے سٹریٹیجک مسائل کا حل دنیا کے ساتھ پروقار تعلقات کو لے کر چلنے میں ہے نہ کہ تنہائی پسندی میں۔ ہمیں اس امر کا ادراک ہونا چاہئے کہ ہمیں مفادات اور مقاصد کے مابین توازن قائم کر کے زمینی حقائق کا سامنا کرنا ہوگا۔ سول ملٹری تعلقات، عدلیہ کا کردار، میڈیا کی سول سوسائٹی کے لیے ناگزیریت اور حق اظہار رائے کا احترام، عوام کے جان و مال کا تحفظ وہ مسائل ہیں جن کا حل افراط و تفریط کی روش سے نکل کر اصلاح، احتساب اور تعمیر نو کے عمل سے ہی ممکن ہے۔ ہم قومی سطح پر اعتدال کی روش کو اختیار کر کے ہی قومی تعمیر اور عالمی سطح پر ملی وقار کی بحالی کو یقینی بنا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

marfat.com

القرآن

حصہ اول

ہجرت الی اللہ

شبِ برأت کی مناسبت سے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا روحانی و اصلاحی خطاب☆

مرتّب: محمد یوسف منہاجین
معاون: اظہر الطاف عباسی

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ.

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اہلِ صدق (کی معیت) میں شامل رہو''۔ (التوبۃ:119)

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ.

''پس تم اللہ کی عبادت اس کے لیے طاعت و بندگی کو خالص رکھتے ہوئے کیا کرو، اگرچہ کافروں کو ناگوار ہی ہو''۔ (غافر:14)

15 ویں شعبان المعظم (شب برات) کی رات درحقیقت ہمارے لئے اپنی طبیعتوں، اپنے قلوب اور اپنی ارواح کو اللہ رب العزت کی طرف راغب کرنے کا ایک خوبصورت موقع ہے۔

اس رات میں اولاً ہم نے اپنے آپ کو اس طرف مائل کرنا ہے کہ ہم دنیا سے آخرت کی طرف رجوع کرسکیں اور پھر آخرت سے اپنے مولا کی طرف رجوع کرسکیں۔ زندگی حقیقت میں ایک سفر ہے، ایک سیر ہے اور یہ سیر اسی کی کامل ہے جس کی سیر الی اللہ ہو، جس کی ہجرت الی اللہ ہو، یعنی جو اللہ کی طرف سفر اور ہجرت کرے۔

ہجرت الی اللہ کا یہ سفر درج ذیل مراحل پر مشتمل ہے، ان مراحل میں سے ہر ایک سے کامیابی کے ساتھ گزرنا ہی ہجرت الی اللہ کو کامل بناتا ہے۔

1۔ گناہ سے نیکی کی طرف ہجرت

ہجرت الی اللہ کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ اعمال سیئہ سے اعمال حسنہ کی طرف ہجرت کی جائے۔ زندگی میں جاری برے اعمال، نافرمانیاں، گناہ و اثام، ذنوب و سیئات سے توبہ کرکے نیک اعمال کی طرف رجوع کرنا، ہجرت الی اللہ کے سفر کا آغاز ہے۔ اگر ہم اللہ کی راہ کے مسافر بننا چاہتے ہیں تو شب برات، ماہ رمضان، ایام اعتکاف اور اس جیسی دیگر راتیں اس بات کی یاد دلاتی ہیں کہ ہم اللہ کی طرف ہجرت کے لئے رخت سفر باندھیں اور اس سفر کے لئے تیار ہوجائیں۔ اس کا آغاز برے اعمال کو ترک کرکے اچھے اعمال کی طرف راغب اور منتقل ہونا ہے۔

2۔ غفلت سے بیداری کی طرف ہجرت

اس ظاہری ہجرت کے بعد ہماری زندگی میں ایک باطنی ہجرت بھی ہے کہ ہم غفلت کو ترک کرکے بیداری کی طرف منتقل ہوں۔ ہم غفلت کی نیند سوئے

☆ شب برأت 2009ء کے موقع پر خطاب (CD#1087)

marfat.com

ہوئے ہیں، اگر ہم اللہ کی یاد، اللہ کی عبادت، اللہ کے ذکر، اللہ کی اطاعت اور اللہ کی بندگی میں غفلت ترک کر کے انتباہ کی طرف آجائیں، یعنی ہر وقت ہمارے دل حالتِ بیداری میں رہیں، غفلت چھوٹ جائے، اللہ یاد رہے، کسی لمحے بھی اللہ رب العزت کی یاد سے غافل نہ ہوں الغرض غفلت ذکر میں بدل جائے تو یہ ہماری ہجرت کا دوسرا مرحلہ ہے۔

3۔ محبتِ غیر سے محبتِ الٰہی کی طرف سفر

ہجرت الی اللہ کا تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ ہم ہر غیر کے دھیان سے، ہر غیر کی رغبت اور چاہت و محبت میں کھو جانے سے تائب ہوں اور ہمارا فکر، ہمارا خیال، ہمارا ارادہ، ہماری ہمت تمام کی تمام صرف اللہ کی طرف ہو جائے۔

شبِ برأت ہمیں نداء دیتی ہے کہ ہم اللہ کی طرف ہجرت کریں۔ ہم اس دنیا میں مقیم ہیں، ہم نے یہاں اقامت اختیار کر لی جبکہ اللہ رب العزت چاہتا ہے کہ ہم اس دنیا میں مسافر ہوں۔ جس طرح مسافر اپنے سفر میں مختلف منزلوں پر قیام کرتا ہے مگر وہ مقیم نہیں ہوتا اسے معلوم ہوتا ہے کہ میری منزلِ اقامت آگے ہے۔ اسی طرح ہم نے یہاں اقامت اختیار نہیں کرنی بلکہ نگاہ منزل یعنی آخرت پر رکھنی ہے اور اسے کبھی فراموش نہیں کرنا۔

تزکیۂ نفس کا 4 نکاتی پیکج

امام غزالی نے (مجموعہ رسائل امام غزالی، ایھا الولد، جلد۱، ص۱۶۱) شیخ ابوبکر شبلیؒ کا ایک قول روایت کیا ہے کہ شیخ ابوبکر شبلیؒ کا فرمان ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں چار سو شیوخ اور اساتذہ کی خدمت کی اور ان کی صحبت کا فیض پایا ہے۔ میں نے اپنے شیوخ سے چار ہزار احادیث سبقاً پڑھیں مگر بالآخر میں نے ان چار ہزار احادیث کے سرمایہ میں سے ایک حدیث کو اپنی زندگی کے سبق کے طور پہ اختیار کر لیا۔

میں نے اس حدیث پر عمل کیا تو علوم و فنون اور باقی چیزوں سے بے نیاز ہوگیا۔ میں نے دنیا، شیطان اور نفس کے سارے گورکھ دھندوں سے نجات صرف اسی ایک حدیث نبوی ﷺ کے سبق کے ذریعے حاصل کر لی۔ میں نے دیکھا کہ اولین و آخرین کا سارا علم اسی ایک حدیث میں درج تھا، اس لئے اسی پر اکتفا کیا اور وہ یہ ہے کہ

۱۔ انتظامِ دنیا بقدرِ قیامِ دنیا

حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو تعلیم دی اور فرمایا:

اِعۡمَلِ الدُّنۡیَا بِقَدۡرِ مُقَامِکَ فِیۡهَا.

(احمد بن حنبل، الورع، ص:۹۶)

اے بندے دنیا کو کمانے کی صرف اتنی محنت کر، اتنا وقت صرف کر اور اتنی ہی جان کھپا جتنا تیرا اس دنیا میں قیام ہے۔ اس دنیا کے لئے محنت اور دنیا میں اپنے قیام کا ایک ترازو اور تناسب قائم کر۔

۲۔ انتظامِ آخرت بقدرِ قیامِ آخرت

پھر حضور ﷺ نے فرمایا:

وَاعۡمَلۡ لِاٰخِرَتِکَ بِقَدۡرِ بَقَائِکَ فِیۡهَا.

اور اپنی آخرت کے لئے اتنا عمل کر، اتنی محنت کر، اتنی تیاری کر جتنا تو نے آخرت میں رہنا ہے۔

یہ موازنہ کرایا جا رہا ہے کہ ہم سب کا دنیا میں قیام کتنا ہے؟ ذرا سوچیں کہ کسی کا یہاں قیام تیس، چالیس برس ہے اور کسی کا پچاس، ساٹھ برس کا قیام ہے، کسی کا آخری حد نوے، سو برس کا قیام ہو جائے گا لیکن بالآخر اسے یہاں سے رخصت ہونا ہے، دنیا میں قیام محدود ہے۔ دنیا میں قیام کا یہ دور چشم زدن میں، تیزی سے گزر جاتا ہے۔ دوسری طرف آخرت کا قیام دائمی اور لامحدود ہے۔ آخرت کے قیام اور بقاء کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس دن بندے کی آنکھ بند ہوتی ہے اور اسے قبر میں لٹایا جاتا ہے تو قبر کی پہلی شام سے ہی اس بندے کی آخرت شروع ہو جاتی ہے۔ قبر کی پہلی شام سے شروع کر کے قیامت کے دن تک، پھر قیامت کے اختتام تک

marfat.com

اور پھر قیامت کے بعد جنت و دوزخ میں دخول تک اور پھر اس کے دوام تک ساری آخرت ہی رہتی ہے۔ پورا زمانہ قبرو برزخ بھی آخرت۔۔۔ پورا زمانہ قیامت بھی آخرت۔۔۔ بعد از قیامت کا پورا دور بھی آخرت کا ہے۔

پس حدیث مبارکہ میں انسان کو اس جانب متوجہ کیا جارہا ہے کہ اے انسان تو دنیا و آخرت میں قیام کے دورانیہ کو ذہن میں رکھ کر دنیا و آخرت کے لئے کئے جانے والے کاموں میں توازن پیدا کر اور سوچ کہ تو اس دنیا کے لئے کتنی تکلیف اٹھا رہا ہے، کتنی محنت کررہا ہے، کتنی تگ و دو کررہا ہے۔ اتنی محنت کر جتنا تو نے دنیا میں قیام کرنا ہے، اتنی ہی محنت کر جتنی تیری ضرورت ہے۔ اس کے مقابلہ میں آخرت کے قیام کو ذہن میں رکھ، اس لئے کہ وہاں کا قیام طویل ہے، endless ہے، Ever lasting ہے، کبھی ختم نہ ہونے والا ہے۔ آخرت میں چونکہ قیام بہت زیادہ ہے لہذا آخرت کے لئے تیاری اور محنت اس قیام کے حساب سے کر۔

۴۔ محتاجی کے مطابق عبادت

اس کے بعد حضور ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاعْمَلْ لِلّٰهِ بِقَدْرِ حَاجِتِکَ اِلیه.

پھر اپنے اللہ کے لئے عمل (عبادت، اطاعت) اتنا کر کہ جتنی تجھے اللہ کی حاجت ہے۔ اس بات کا تعین کرلے کہ تو اللہ کا کتنا محتاج ہے۔۔۔ اگر کسی کو تھوڑی سی حاجت ہے تو وہ تھوڑا عمل کرلے۔ سوچ! کہ کیا صرف کھانے میں اس کی حاجت ہے، یا صرف پینے میں اس کی حاجت ہے، یا صرف پہننے میں اس کی حاجت ہے، یا صرف جینے میں اس کی حاجت ہے، یا صرف مرنے میں اس کی حاجت ہے، یا صرف چلنے پھرنے میں اس کی حاجت ہے، یا صرف بیماری، صحت و شفاء، تندرستی میں اس کی حاجت ہے۔ پس بقدر حاجت اللہ کے لئے کام کر لیکن اگر ہر ہر مرحلے پر تجھے اللہ کی حاجت ہے تو پھر اعمال بھی ہمیشہ اللہ کے لئے کر اور کسی بھی لمحہ اسے فراموش نہ کر۔ اے بندے! تو تعین کر کہ تجھے اللہ تعالیٰ کی کتنی حاجت ہے پس جتنی حاجت تیری سمجھ میں آئے اتنا اللہ کے لئے کام کر۔

کارکن، رفقاء، وابستگان اس بات کو ذہن میں رکھ لیں کہ ایک روٹی کا لقمہ بھی ہمیں اللہ کی حاجت کے بغیر نہیں مل سکتا، لقمہ کھالیں تو اللہ کی مدد کے بغیر پیٹ میں اتر نہیں سکتا اگر اللہ تعالیٰ کی مدد نہ ہو تو سانس تک آ نہیں سکتا۔ ہر لمحہ کے لئے ہم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ ایک قدم اٹھایا تو دوسرا قدم نہیں اٹھ سکتا، اٹھا ہوا قدم زمین پر رکھ نہیں سکتے جب تک اللہ کی مدد نہ ہو۔ اے بندے! تو سوچ لے کہ تجھے اللہ کی حاجت کتنی ہے پس اس کے مطابق اعمال انجام دے۔

ہمارا رویہ اس کے برعکس ہے۔ ہم تو اللہ کے لئے کام بہت کم کرتے ہیں۔ اللہ کی اطاعت، اللہ کی بندگی، اللہ کے لئے عبادت، اللہ کی محبت، اس کی رضا، اس پر توکل، اس پر یقین، اس سے تعلق، اس کی طرف ہجرت ان تمام امور کو زندگی کے ہر لمحہ میں فوقیت دینا ہوگی کیونکہ ہمیں اس کی حاجت بھی زندگی کے قدم قدم پر ہے۔ اتنی مزدوری اللہ کے لئے کرنے اور اتنی عبادت اللہ کے لئے کرنے سے ہی حق بندگی ادا ہوتا ہے۔

۴۔ برے اعمال سے اجتناب

پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَاعْمَلْ لِلنَّارِ بِقَدْرِ صبر عَلَيْهَا.

''دوزخ کے لئے اتنا کام کر جتنا تو اس کی تکالیف پر صبر کرسکے''۔

ہمارا عمل یہ ہے کہ ہم تو ساری زندگی سب کچھ دوزخ کے لئے ہی کررہے ہیں۔ ہر عمل، اللہ کی نافرمانی، دوزخ کے لئے ہے۔۔۔ غفلت، دوزخ کے لئے۔۔۔

marfat.com

نمازوں کا ترک کردینا، دوزخ کے لئے۔۔۔ حرام کھانا، دوزخ کے لئے۔۔۔ دنیا کا حرص و طمع، دوزخ کے لئے۔۔۔ لالچ، دوزخ کے لئے۔۔۔ جھوٹ بولنا، دوزخ کے لئے۔۔۔ غیبت، دوزخ کے لئے۔۔۔ حسد کرنا، دوزخ کے لئے۔۔۔ کبر اور رعونت، دوزخ کے لئے۔۔۔ نفاق، دوزخ کے لئے۔۔۔ نفرت و عداوت، دوزخ کے لئے۔۔۔ کونسا کام ہے زندگی میں جو ہم دوزخ کے لئے نہیں کرتے۔ ہر وہ کام جو اللہ سے دور کرتا ہے۔۔۔ ہر وہ کام جو دلوں کو مردہ کررہا ہے۔۔۔ ہر وہ کام جو ہمارے دلوں اور باطن میں تاریکی اور اندھیرا پیدا کررہا ہے۔۔۔ ہر وہ کام جو ہمیں آئے دن اللہ کی قربت سے دور کررہا ہے۔۔۔ وہ دوزخ کے لئے ہے۔ فرمایا: اے بندے! جہنم کے لئے اتنا کام کر جتنی تو جہنم کی آگ کو برداشت کرسکے، یہ سوچ کر عمل کر کہ اس آگ کو کتنا برداشت کرسکے گا، جتنی تیری ہمت اور برداشت دوزخ کے لئے ہے اتنا دوزخ کا کام کر۔ بہت زیادہ اگر برداشت نہیں ہے تو پھر ان کاموں کو بھی کم کر جو دوزخ میں جانے کا باعث بنتے ہیں۔

زندگی کا ماحصل

امام غزالیؒ ''مجموعہ رسائل، ایھا الولد'' میں بیان کرتے ہیں کہ

حضرت حاتم اصمؒ، حضرت شقیق بلخیؒ کے تلامذہ اور مریدین میں سے تھے۔ ایک روز حضرت شقیق بلخیؒ نے حضرت حاتم اصمؒ سے پوچھا کہ آپ نے میری صحبت میں 33 سال گزارے، اس دوران آپ نے میری صحبت سے کیا حاصل کیا؟ حضرت حاتم اصمؒ نے جواب دیا کہ ان 33 سالوں میں آپ کی صحبت سے آٹھ فائدے حاصل کئے۔ حضرت شقیق بلخیؒ کے پوچھنے پر آپ نے بتایا کہ وہ فائدے یہ ہیں:

ا۔ بہترین محبوب و دوست کا انتخاب

سب سے پہلا فائدہ مجھے آپ کی صحبت سے یہ حاصل ہوا کہ میں نے دیکھا دنیا میں ہر شخص کا کوئی نہ کوئی محبوب ہے۔ ہر شخص کسی نہ کسی سے محبت کرتا ہے، کسی نہ کسی چیز کو چاہتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ کوئی شخص اپنے خوبصورت گھر، کوئی مال و دولت، کوئی جاہ و منصب، کوئی اپنی اولاد، کوئی رشتہ داروں، کوئی زیورات، کوئی اچھے لباس اور کوئی دوست احباب سے محبت کرتا ہے۔

مگر جب اس بندے کی موت آتی ہے تو اس کے سارے محبوب اور دوست جن کو وہ عمر بھر چاہتا رہا، وہ اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، ان میں سے کوئی بھی قبر میں اس کے ساتھ نہیں گیا۔ اس کو قبر میں لٹا کر، تنہائی کے اس گھرے میں اتار کر ہر کوئی واپس آگیا، کسی کے محبوب اور دوست نے اس لحہ تنہائی میں اس کا ساتھ نہیں دیا، ہر کوئی واپس پلٹ آیا۔

میں نے غور کیا کہ کیا اس دنیا میں کوئی ایسا دوست بھی ہے جس سے محبت کی جائے اور وہ قبر میں چھوڑ کر واپس نہ آئے بلکہ قبر میں بھی ساتھ جائے۔ جب لحہ تنہائی وارد ہو، سوال و جواب کیا جائے، بہشت کی گھڑی آئے تو وہ دوست تب بھی ساتھ کھڑا ہو۔

میں نے غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ دوست صرف اعمال صالحہ، نیک اعمال، رات کے اندھیروں کی عبادتیں، رات کے اندھیروں کے سجدے، آنکھوں سے اللہ کے لئے چند آنسو، بندوں پر کئے ہوئے احسان، عبادات، صدقات و عطیات وہ دوست ہیں جو قبر میں بھی ساتھ جائیں گے۔ یہ اعمال دیگر دوستوں اور محبوبوں کی طرح واپس نہیں جائیں گے بلکہ کہیں گے کہ اے دوست! تم نے ہم سے پیار کیا لہذا ہم قبر میں تیری تنہائی کے وقت بھی تیرے ساتھ ہیں۔

پس میں نے فیصلہ کیا اور ساری محبتیں چھوڑ کر اعمال صالحہ کی محبت کو اپنا لیا تاکہ وہ اعمال صالحہ قبر میں میرا سراج اور چراغ بن جائیں۔ قبر میں میرا مونس بنے، قبر میں میرا ہمدم بنے اور قبر میں مجھے تنہا نہ چھوڑیں۔

marfat.com

شب برأت کا بھی یہی سبق ہے جو حضرت حاتم اصمؒ نے حضرت شقیق بلخیؒ سے حاصل کیا کہ ساری محبتوں کو نیچے کردو اور محبت اعمال صالحہ کو سب محبتوں پر غالب کرلو۔ تقویٰ سے محبت کرو، عبادت سے محبت کرو، اللہ کی اطاعت سے محبت کرو، اللہ کی بندگی، حسنات و صالحات سے محبت کرو تاکہ یہ تمام قبر کی وحشت کی گھڑیوں میں بھی ساتھ رہے اور کام آئے۔

۲۔ خواہشات کی پیروی سے اجتناب

دوسرا فائدہ آپ کی صحبتوں سے یہ حاصل کیا کہ میں نے دیکھا کہ دنیا میں ساری مخلوق اور ہر شے اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتی ہے۔ ہر کوئی نفسوں کی خواہشات کو پوجتا ہے، نفس جو چاہتا ہے ہر شخص وہی کرتا ہے۔ نفس کی ہر خواہش پوری کرنے کے لئے میں نے دیکھا کہ دنیا میں لوگ مر رہے ہیں، ہلاک ہو رہے ہیں۔ میں نے سوچا کہ اللہ رب العزت نے کیا حکم دیا ہے کہ کس کی پیروی کی جائے۔ اللہ پاک نے فرمایا:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى. فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى. النازعات: ۴۰. ۴۱)

’’اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اُس نے (اپنے) نفس کو (بری) خواہشات و شہوات سے باز رکھا۔ تو بے شک جنت ہی (اُس کا) ٹھکانا ہوگا‘‘۔

مجھے یقین ہوگیا کہ اللہ کا وعدہ حق ہے، سو میں نے اس دن نفس کی خواہشات کی پیروی کی بجائے خواہشات نفس کی مخالفت کرتے ہوئے مجاہدہ و ریاضت کو اپنالیا۔ میں نے ہوائے نفس کی پیروی چھوڑ دی اور اللہ کی اطاعت و پیروی اختیار کرلی۔

۳۔ انفاق فی سبیل اللہ

تیسرا فائدہ میں نے یہ حاصل کیا کہ میں نے دنیا میں دیکھا کہ ہر شخص مال و دولت اکٹھا کرنے کی فکر میں ہے۔ چاہے غریب ہو یا امیر، کوئی تھوڑا جمع کر بیٹھتا ہے اور کوئی زیادہ جمع کر بیٹھتا ہے مگر فکر ہر ایک کو یہ ہے کہ دنیا کی لکڑیاں جمع کی جائیں، ایندھن دنیا جمع کیا جائے، مال و دولت جمع کیا جائے۔ میں نے غور کیا کہ کون سا مال اچھا ہے جسے جمع کرنے کی فکر ہونی چاہئے؟ اللہ رب العزت کے اس پیغام نے میری رہنمائی فرمائی کہ

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللهِ بَاقٍ ؕ. (النحل: ۹۶)

’’جو (مال و زر) تمہارے پاس ہے فنا ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے‘‘۔

میں نے فیصلہ کیا کہ میں فانی مال و دولت کو جمع کرنے کا فکر چھوڑ دوں اور اس کو جمع کروں جو باقی ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا۔ پس میں نے اپنی زندگی میں انفاق فی سبیل اللہ، Charity اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا وطیرہ وطریقہ اپنالیا تاکہ یہ مال جو میں خرچ کروں گا یہ اللہ کے حضور جاکر باقی ہوجائے گا۔ وہ مال جو دنیا میں آرام و آسائش کے لئے خرچ ہوتا ہے وہ ختم اور فنا ہوجاتا ہے، وہی مال باقی رہتا ہے جو آگے آخرت کے لئے بھیج دیا جائے۔ پس میں نے اسی دن سے مال یہاں (دنیا) خرچ کرنے کی بجائے آخرت کے لئے آگے بھیجنا شروع کردیا۔

لوگو! جس کو جتنی توفیق ہو اپنا مال آگے بھیجو تاکہ آپ کے پہنچنے سے پہلے آخرت میں آپ کا بینک بیلنس اچھا بن چکا ہو۔ وہاں قرض نہیں ملے گا، جو لے کر آیا ہوگا اسی سے گزر اوقات ہوگی اور وہ زندگی بڑی طویل ہے جس کا کوئی خاتمہ نہیں۔

۴۔ تقویٰ کا حصول

چوتھا فائدہ آپ کی صحبت سے یہ حاصل ہوا کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس دنیا میں عزت طلب کرتے ہیں۔ کچھ لوگ مال و دولت اور ثروت کے ذریعے عزت کے طالب ہوتے ہیں، کچھ لوگ کثرت اولاد سے

marfat.com

عزت طلب کرتے ہیں اور کچھ جاہ و منصب سے عزت طلب کرتے ہیں، یہ سب چیزیں ان کے لئے وجہ افتخار ہوتی ہیں۔ میں نے دیکھا وہ ساری چیزیں جن سے وہ عزت طلب کرتے ہیں، ان میں سے کوئی چیز بھی اللہ کے ہاں عزت دلانے والی نہیں ہے۔ میں نے باری تعالیٰ سے پوچھا کون سی ایسی چیز ہے جس کی تیری نگاہ میں اتنی قدرو منزلت ہو کہ اس کو اختیار کرنے سے تیری بارگاہ میں بندہ عزت پا جائے۔ اللہ پاک نے فرمایا:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ. (الحجرات:۱۳)

''اللہ کی نگاہ میں تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جس کے پاس تقویٰ زیادہ ہے''۔

جو زیادہ متقی ہے، جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے، جو ہر حرام سے پرہیز کرنے والا اور ورع و تقویٰ کی راہ پر چلنے والا ہے، جو اللہ کو ناراض نہیں بلکہ ہر عمل میں اللہ کو راضی کرنے والا ہے وہی اللہ کے ہاں زیادہ عزت والا ہے۔ پس قرآن کے اس وعدے پر میں نے یقین کیا اور تقویٰ اختیار کیا اور یہی تقویٰ مجھے کافی ہوگیا۔

۵۔ اللہ کی تقسیم پر راضی

پانچواں فائدہ آپ کی ہم نشینی سے یہ پایا کہ لوگوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے کی مذمت، غیبت، چغلی اور شکایت کرتے ہیں۔ میں نے غور کیا کہ یہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ یہ سب کچھ کیوں کرتے ہیں؟ ایک دوسرے کی برائی کی ٹوہ میں کیوں لگے رہتے ہیں؟ ایک دوسرے کی غیبت کیوں کرتے ہیں؟ ایک دوسرے کے عیب کیوں اچھالتے ہیں؟ میں ان تمام امور پر غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ ان تمام گناہوں کی جڑ حسد ہے۔ حسد کی وجہ سے لوگ غیبت اور ایک دوسرے کی مذمت کرتے ہیں۔ پھر میں نے یہ جاننا چاہا کہ یہ حسد کیوں ہے؟ تو میں نے دیکھا کہ حسد کے 3 اسباب ہیں۔

۱۔ مال کی کثرت میں بڑھ جانے پر حسد۔

۲۔ عزت اور جاہ و منصب کی مسابقت میں حسد۔

۳۔ علم کی مسابقت میں حسد۔

علماء دوسرے علماء سے حسد کرتے ہیں، وہ گوارہ نہیں کرتے کہ ان سے بڑھ کر کوئی اور صاحب علم ہو جائے، ان سے بڑھ کر کسی کو اعلیٰ عالم تصور کیا جائے، وہ دعویدار ہیں کہ وہ سب سے بڑے عالم ہیں لہذا ان کے پاس ہی علم سب سے زیادہ ہو۔ علم کی کثرت، مسابقت اور مقابلہ میں دوسرے عالموں سے حسد کرتے ہیں۔

جو لوگ جاہ و منصب والے ہیں، عزت والے ہیں وہ اوروں کی عزت اور جاہ و منصب پر حسد کرتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ کسی اور کی عزت زیادہ ہو، کسی اور کی تکریم زیادہ ہو، دنیا میں کسی اور کی چاہت زیادہ ہو۔ وہ دوسروں کی قدر و منزلت اور عزت دیکھ کر حسد کرتے ہیں۔

کچھ لوگ مال کی وجہ سے حسد کرتے ہیں کہ اس کو مال زیادہ کیوں مل گیا؟ اس نے زیادہ کیوں کمالیا؟ یہ زیادہ آسائش میں کیوں ہے؟ اس کا گھر اونچا کیوں ہے؟ گاڑی اعلیٰ کیوں ہے؟ اس کے پاس پیسوں کی ریل پیل کیوں ہے؟ گویا مذمت، غیبت اور چغلی کی بنیاد حسد ہے۔ اس حوالے سے اللہ رب العزت کی رہنمائی چاہی تو میری نگاہ اللہ رب العزت کے اس فرمان پر پڑی:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا.

''ہم اِن کے درمیان دنیوی زندگی میں ان کے (اسبابِ) معیشت کو تقسیم کرتے ہیں''۔ (الزخرف:۳۲)

لوگو! اس دنیا میں اگر کسی کو عزت کا رزق ملا ہے وہ بھی اللہ نے ہی کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیا ہے۔۔۔ کسی کو مال و دولت کا رزق ملا ہے تو وہ بھی اللہ نے ہی کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیا ہے۔۔۔ کسی کو اس دنیا میں جاہ و منصب اور علم کا رزق ملا ہے تو وہ بھی اللہ نے ہی دیا ہے، کسی کو علم کا سمندر دیا، کسی کو دو قطرے

دیئے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ نعمتوں کی تقسیم ہم کرتے ہیں، تم نہیں کرتے۔ اگر بندہ کسی کی عزت زیادہ دیکھے اور حسد کرنے لگے، تو درحقیقت اس صاحب عزت سے حسد نہیں کر رہا بلکہ اللہ کے فیصلے پر طعن کر رہا ہے، اللہ کے فیصلے پر اعتراض کر رہا ہے، اللہ سے ٹکراؤ کر رہا ہے کہ اللہ نے اس کو عزت کیوں زیادہ دی؟ اللہ نے اس کو مال کیوں زیادہ دیا؟ اللہ نے اس کو جاہ و منصب کیوں زیادہ دیا؟ پس میں نے اس دن سے یہ سوچا کہ یہ حسد بندے سے نہیں بلکہ دراصل اللہ کے فیصلے کے خلاف بغاوت ہے۔ پس میں نے اس دن سے حسد سے توبہ کی اور اللہ کی تقسیم پر راضی ہوگیا۔ اللہ جس کو زیادہ دے اس پر راضی ہوں مجھے کم دیا اس پر بھی راضی ہوں۔

۶۔ دشمنی صرف شیطان کے ساتھ

چھٹا فائدہ آپ کی مجلسوں کے فیضان سے یہ حاصل کیا ہے کہ جب میں نے دنیا میں لوگوں کو دیکھا ہر شخص تھوڑی یا زیادہ کسی نہ کسی سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہے۔ ساس ہے تو بہو کے ساتھ کچھ نہ کچھ عداوت ہے، اسی طرح بہو کا بھی یہی حال ہے۔ رشتہ داروں کی آپس میں عداوت ہے، کسی کی پڑوسی کے ساتھ عداوت ہے، کسی کی ساتھ کام کرنے والے کے ساتھ عداوت ہے، کسی کو افسر کے ساتھ اور افسر کو اپنے ماتحت کے ساتھ عداوت ہے۔

الغرض کسی نہ کسی شکل میں ظاہری یا چھپی ہوئی، بڑی یا چھوٹی، کم یا زیادہ عداوت ہر ایک سے کسی نہ کسی کی ہوئی ہے۔ یہ عداوت بندے کو راہ حق، اعتدال، تقویٰ، خدا خوفی اور نیکی سے ہٹا دیتی ہے۔ میں نے سوچا کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی سے عداوت ہے تو میں بھی کسی نہ کسی سے عداوت کروں۔ اس بارے میں پھر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ ساری عداوتیں انسان کو ہلاک و برباد کرتی ہیں مگر ایک دشمن ایسا ہے کہ اگر تو اس سے دشمنی کرے تو تجھے نجات اور فلاح مل جائے گی اور یہ دشمنی بندے کو ہلاک نہیں کرتی بلکہ نجات دیتی ہے۔

جان لو کہ وہ شیطان سے دشمنی ہے۔ پس اب اس دشمنی کا تقاضا یہ ہے کہ شیطان جو چاہے اس کی مخالفت کروں۔۔۔ شیطان جدھر لگانا چاہے اس کے برعکس دوسری راہ پر چلوں۔۔۔ شیطان جو ترغیب دے، اسے رد کردوں۔۔۔ شیطان میرے دل میں جو خیال ابھارے، اسے ٹھکراؤں۔۔۔ لہذا میں نے نفس اور شیطان سے مخالفت اور دشمنی کرلی، جس دن شیطان سے دشمنی کرلی دنیا کی ساری دشمنیوں سے مجھے نجات مل گئی۔

اللہ پاک نے فرمایا:

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا. (فاطر: ۶)

”بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم بھی (اس کی مخالفت کی شکل میں) اسے دشمن ہی بنائے رکھو“۔

وہ لوگ جنہوں نے دشمنی کا Target شیطان کو بنادیا، انہوں نے دنیا کے سارے لوگوں کی دشمنیوں سے نجات پالی۔

(جاری ہے)

یاحیّ ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ یاقیّوم
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ جانیوالے حضرات سے حرم کعبہ اور روضہ رسول ﷺ پر حاضری کے وقت خصوصی دعا اور سلام پیش کرنے کی درخواست ہے۔
برائے ایصال ثواب: والدین مرحومین امت محمدیہ
نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں کثرت سے درود و سلام کا تحفہ پیش کریں
طالب دعا: محمد عاطف

marfat.com

الحدیث

امت کو تجدید ایمان کا حکم

علامہ محمد معراج الاسلام

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ راوی ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِنّ الایمان لَیَخْلُقُ فِیْ جوفِ اَحَدِکُمْ کَمَا یَخْلُقُ الثّوبُ الْخَلِقُ فَاسْئَلُوا اللّٰہَ اَنْ یُّجَدِّدَ الایْمَانَ فِیْ قُلُوْبِکُمْ. (مستدرک، حاکم، رقم: ۱۳۱۴)

''تم میں سے کسی کے پیٹ میں ایمان اسی طرح پرانا ہوجاتا ہے جیسے پرانا کپڑا میلا ہوجاتا ہے۔ پس تم اللہ سے سوال کیا کرو کہ وہ تمہارے دلوں میں ایمان کو ازسرنو تازہ کردے''۔

شرح و وضاحت

اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ جس میں آئندہ زمانے میں وقوع پذیر ہونے والی اور بھی بہت سی باتوں کا ذکر ہے جنہیں سن کر انسان کا دل دہل جاتا ہے۔

فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یدرس الاسلام کما یدرس وشی الثوب لا یدری ما صیام ولا صدقة فی لیلة فلا یبقی فی الارض منه آیة.

(مستدرک، حاکم، رقم: ۸۶۳۶، ابن ماجہ، باب ذہاب القرآن: ۴۰۴۹)

''اسلام پرانا ہوجائے گا، جس طرح کپڑے کا رنگ اڑ جاتا ہے اور اس کے نقش و نگار ماند پڑ جاتے ہیں۔ کسی کو یاد نہیں رہے گا: روزے کیا ہیں؟ صدقہ کس چیز کا نام ہے، قربانی کیا ہے، کتاب اللہ پر ایک رات ایسی بھی آئے گی کہ زمین پر ایک آیت بھی نہیں رہے گی (یعنی سب احکام اٹھالئے جائیں گے)''۔

لوگوں کی خود فراموشی کا یہ حال ہوگا کہ کلمہ طیبہ تک بھول جائیں گے اپنی اولاد کو بتایا کریں گے کہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو دیکھا تھا کہ وہ لا الہ الا اللہ پڑھا کرتے تھے، اب ہم بھی پڑھ لیتے ہیں۔

امت پر رحمت

یہ سرکار دو عالم ﷺ کی بے پایاں رحمت ہے کہ امت کو وقت سے پہلے ہی بتادیا کہ مستقبل بعید میں ایسا وقت بھی آسکتا ہے جس میں امت کی بے حسی اور خود فراموشی کا یہ عالم ہوجائے گا کہ وہ خود کو بھی بھول جائے گی اور اسے یہ تک یاد نہ رہے گا کہ وہ ایک عالمگیر دین کی پیروکار ہے۔ یہ بدقسمتی کی انتہاء ہوگی کہ وہ امت جسے بہترین امت کا لقب دیا گیا ہے وہ پستی کی اس انتہاء تک پہنچ جائے کہ اسے اپنے دین کا بنیادی کلمہ بھی یاد نہ رہے۔

زمانہ نبوت سے دوری کا اثر

یہ ایک ہوش ربا حقیقت ہے کہ انسان زمانہ نبوت سے جتنا دور ہو وہ اتنا ہی بہت سی برکتوں سے محروم ہوجاتا ہے، سورہ الحدید کی آیت ہے۔

وَلَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ. (الحدید: ۱۶)

''ان لوگوں کو چاہئے کہ وہ پہلے لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں جنہیں کتاب دی گئی پھر مدت زیادہ بیت گئی تو ان کے دل سخت ہوگئے''۔

یعنی زمانہ نبوت سے دوری دل کی سختی اور محرومی کا باعث بنتی ہے نبی کریم ﷺ نے امت کو آگاہ فرمادیا کہ اپنے دین و ایمان کو بچا کر رکھیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دین سے دوری اختیار نہ کرلیں بلکہ اس کی تجدید کرتے رہیں اور اس کو پرانے کپڑے کی طرح بوسیدہ نہ ہونے دیں۔

امت کے آقا ﷺ نے کرم فرمایا کہ مستقبل میں پیش آنے والی اس اندوہناک بلکہ عبرتناک صورت حال سے نہ صرف آگاہ فرمایا بلکہ تجدید کا طریقہ بھی بتادیا۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں فرمایا:

جددوا ایمانکم قیل یارسول اللہ کیف نجدد ایماننا؟ قال: اکثروا من قول لا الہ الا للہ.

(حاکم، مستدرک، رقم: ۷۶۵۷)

اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو پوچھا گیا: یارسول اللہ! ہم اپنے ایمان کی کیسے تجدید کیا کریں فرمایا: ''لا الہ الا اللہ'' کثرت سے پڑھا کرو۔

کلمہ طیبہ کی فیض رسانی

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کا بقیہ حصہ یہ ہے کہ حاضرین حضرت حذیفہ کی زبان سے یہ ہوش ربا تفصیلات سن کر دنگ رہ گئے اور اپنی تسلی کے لئے سوال کیا:

فَمَا تُغْنِیْ عَنْهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا یَدْرُوْنَ ماصیامٌ وَلا صدقةٌ وَلانُسُکٌ.

''جب انہیں دیگر ارکان اسلام، حج و صیام، قربانی اور صدقات کا پتہ نہیں رہے گا تو صرف کلمہ طیبہ، لا الہ الا اللہ کا پڑھنا کیا فائدہ دے گا؟''۔

حاضرین نے یہ سوال تین بار دہرایا۔ حضرت حذیفہ نے انہیں بتایا: اس کلمہ طیبہ کو معمولی مت سمجھو، تنجیهم من النار تنجیهم من النار. وہ انہیں آگ سے نجات دے گا، آگ سے نجات دے گا، آگ سے نجات دے گا۔ بتانا یہ مقصود تھا کہ یہ سلطنت الٰہیہ کا بنیادی آئین ہے، جس کا اس پر ایمان نہیں، اسکا کچھ بھی مقبول نہیں اور جو اسے دل و جاں سے تسلیم کرتا ہے، وہ ناجی ہے آتش دوزخ سے نجات پاجائے گا۔

معیار صرف اخلاص ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر کوئی دل کی گہرائیوں سے اس کلمہ کو پڑھے اور دل کی گہرائیوں سے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھے اور ان کے قریب بھی نہ جائے۔

اَنْ تَحْجُزَهٗ عَمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ. (طبرانی، فی الکبیر)

اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ دنیا میں آفات و حوادث دین و ایمان کی شفاف سطح پر جو گردو غبار کی تہہ جمادیتے اور ہوا و ہوس کا گند مند بھر دیتے ہیں، کلمہ طیبہ اس گندگی سے دل کو پاک کردیتا ہے، اس لئے کلمہ طیبہ کی کثرت کا حکم دیا ہے تاکہ ایمان کی تجدید کا سامان ہوتا رہے۔

بہت سے حقائق کا جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا

marfat.com

ہے کہ کلمہ طیبہ کی یہ اہمیت روز ازل ہی سے قائم ہے اور کائنات ارضی و سماوی میں ایک حقیقت ثابتہ کی حیثیت سے نافذ العمل ہے۔

محبوب ترین کلمہ

۱۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے دربار میں عرض کی:

عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَذْکُرُکَ بِہٖ؟

''یا اللہ! مجھے ایسے ذکر و دعاء سے سرفراز فرما، جس کے ساتھ میں تجھے یاد کروں''۔

اللہ پاک کا حکم ہوا: لا الہ الا اللہ پڑھا کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:

یَارَبِّ کُلُّ عِبادِکَ یَقُوْلُ ھٰذا۔

''یہ تو تیرے سب بندے ہی پڑھتے ہیں۔

اللہ پاک کا پھر حکم ہوا۔

لا الہ الا اللہ ہی پڑھو۔ لاڈلے پیغمبر نے عرض کی: اِنَّما اریدُ شَیْئًا تَخُصُّنِیْ بِہٖ۔ میں ایسا خاص ذکر چاہتا ہوں جو صرف میں ہی کروں۔

اللہ پاک کی طرف سے القاء کیا گیا: اے موسیٰ!

لو ان السموات السبع والارضین السبع فی کفة ولا الہ الا اللہ فی کفة مالت بھم لا الہ الا للہ۔

''اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں لا الہ الا اللہ رکھ دیا جائے تو یہ دوسرا پلڑا بھاری ہو جائے گا''۔

بتانا مقصود تھا کہ ذکرِ لا الہ الا اللہ کو ہلکا اور معمولی نہ سمجھو، اس کا حیرت انگیز وزن بندوں پر اس روز آشکار ہوگا، جب وہ میدان حشر میں میزان پر حاضر ہوں گے اور وہ وقت آجائے گا جب ان کے اعمال تولے جائیں گے۔

بھاری کلمہ

ایک شخص کا اعمال نامہ ساری مخلوق کے سامنے کھولا جائے گا، یہ ننانویں دفتر ہوں گے جو اس کے سامنے پھیلا دیئے جائیں گے۔ ان دفتروں کی تعداد اور ضخامت دیکھ کر اس کے ہوش اڑ جائیں گے اور آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا:

اَتُنْکِرُ مِنْ ھذا شیئًا؟ اَظَلَمَکَ کَتَبَتِی الْحَافِظُوْنَ؟

''تم پر جو فرد جرم عائد کی گئی ہے، کیا تم اس کا انکار کرتے ہو، میرے فرشتوں نے تم پر کوئی ظلم کیا ہے؟ اگر کوئی عذر ہے تو اپنے دفاع میں پیش کرو''۔

بندہ عرض کرے گا: میرے مولیٰ! میں ان تمام جرائم کو تسلیم کرتا ہوں واقعی میں نے ان گناہوں کا ارتکاب کیا ہے، تیرے فرشتوں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں لکھی۔

اپنے گناہوں کی تعداد اور لمبی چوڑی فہرست دیکھ کر اس بندے پر مایوسی کا عالم طاری ہو جائے گا اور ہر طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آنے لگے گی، اس ناامیدی کی حالت میں اللہ کی رحمت اس کی دست گیری فرمائے گی:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے بتایا جائے گا کہ

بَلٰی ان لَکَ عِنْدَنَا حَسَنَۃً فَاِنَّہٗ لَاظُلْمَ عَلَیْکَ الیومَ.

''ہاں، تیری ایک بہت بڑی نیکی ہمارے پاس محفوظ ہے، بے شک آج کے دن تیرے اوپر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا''۔

میزان پر حاضر ہو، تاکہ تیری عظیم الشان نیکی سے تجھے آگاہ کیا جائے۔ چنانچہ اس کے سامنے ایک دستاویز نکالی جائے گی جس پر لکھا ہوگا: اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ واشھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

marfat.com

بندہ اپنے گناہوں کے دفتروں کے مقابلے میں صرف کلمہ طیبہ کو دیکھ کر عرض کرے گا:

میرے گناہوں کے انبار کے سامنے بھلا، اس کلمے کی کیا حیثیت ہے؟ اسے بتایا جائے گا:

دنیا جہان کی کوئی چیز اس پاکیزہ کلمے سے زیادہ وزنی نہیں چنانچہ ایسا ہی ہوگا، جب ایک پلڑے میں تمام گناہوں کے انبار اور دوسرے پلڑے میں صرف کلمہ طیبہ رکھا جائے گا تو کلمہ طیبہ کا وزن بڑھ جائے گا اور گناہوں کا پلڑا ہلکا ہوجائے گا۔ بندے کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہے گی۔

اسے خوشخبری دی جائے گی کہ وہ کامیاب ہوگیا ہے اور اللہ پاک نے کلمہ طیبہ کی برکت سے اس کے تمام گناہ معاف کردیئے ہیں۔

۲۔ کلمہ طیبہ کی اعجازی شان کی مظہر، شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث بھی ہے جس میں انہوں نے ایک بڑے ایمان افروز واقعہ کا تذکرہ کیا ہے کہ ہم اپنے دلنشین وحسین نبی ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ اچانک مہربان و کریم آقا ﷺ نے روئے سخن حاضرین کی طرف کرکے پوچھا: تم میں کوئی بیگانہ تو نہیں؟ مقصد تھا کیا سب اہل محبت ہی ہیں؟ دیوانگان عشق نے دست بستہ عرض کی: سب زلف محبوب کے اسیر اور حسن کے جلوؤں کے فدائی ہی ہیں اس مجلس خاص میں کوئی بیگانہ اور اجنبی نہیں۔

غریب نواز آقا ﷺ نے ایمان افروز فردوسی خوشیاں عطا کرنے کے لئے فرمایا: ایسا ہے تو پھر دروازے بند کردو۔ اس کے بعد حکم دیا: تم سب اپنے اپنے ہاتھ اٹھالو اور پڑھو لا الہ الا اللہ ہم نے ہاتھ اٹھا کر یہ ورد کرنا شروع کردیا۔ اس کے بعد آقائے کریم ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے:

اللھم انک بعثتنی بھذہ الکلمۃ وامرتنی بھا ووعدتنی علیھا الجنۃ وانت لا تخلف المیعاد.

''یا اللہ! اس پاک کلمہ کی تعلیم و ترویج کے لئے تو نے مجھے اس دنیا میں بھیجا اور اس پر بہشت بریں کا وعدہ فرمایا، اس میں کوئی شک نہیں کہ تیرا وعدہ سچا ہے تو جو وعدہ فرمائے اس کے خلاف نہیں فرماتا''۔

کریم آقا ﷺ نے اپنے غلاموں کو خوشخبری دی۔

ابشروا فان اللہ قد غفرلکم.

''کلمہ پڑھنے والو! خوشیاں مناؤ پس بے شک اللہ نے تم کو بخش دیا ہے''۔ (مسند احمد، ۴: ۱۲۴)

کلمہ طیبہ کی فضیلت و برکت اور غیر معمولی شان و شوکت سے اس لئے آگاہ فرمایا کہ امت کسی دور اور زندگی کے کسی حصے میں بھی اس کے ورد و وظیفہ سے غافل نہ رہے کیونکہ کفرو شرک اور گناہوں کی تاریکیوں سے نکالنے اور ایمان کی حفاظت اور تجدید کرنے والا یہی کلمہ ہے ماضی میں بھی یہی کام آیا ہے اور مستقبل میں بھی یہی کام آئے گا۔ اس لئے اس کلمہ طیبہ کی ہمہ گیر فتوحات و برکات سے پہلے ہی آگاہ فرمادیا کہ اس کے فسانے عجیب اور زمانے غریب ہیں، اس نے ماضی میں بھی تاریک دلوں کو منور کیا ہے اور مستقبل میں بھی نور بخشے گا۔ جب لوگ اس حد تک بے راہ رو اور گمراہ ہوجائیں گے کہ اپنے روشن دین کے تقاضوں کو بھی بھول جائیں گے انہیں بنیادی ارکان اسلام تک یاد نہ رہیں گے، آقا کریم ﷺ نے خبردار فرمایا کہ اس نازک دور میں خود کو سنبھال کر رکھیں دین سے قریب تر رہیں اور اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہیں اسے بوسیدہ اور پرانا نہ ہونے دیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کی کثرت کریں۔ یہ وہ کلمہ ہے جس نے پہلے بھی ایمان بخشا ہے اور آئندہ بھی ایمان کی تجدید اور حفاظت کرے گا اور اس کا یہ فیض ہمیشہ جاری و ساری رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو راوی ہیں کہ رسول

marfat.com

اکرم ﷺ نے بتایا: لا الہ الا اللہ ایسا محبوب و مقبول کلمہ ہے جو اللہ کی بارگاہ میں کسی حجاب اور رکاوٹ کے بغیر پہنچ جاتا ہے:

لَيْسَ لَهَا دُوْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ. (ترمذی)

اور پڑھنے والا اس کے ثواب سے جھولیاں بھر لیتا ہے۔

شرط صرف اتنی ہے کہ قلب و جگر کی گہرائیوں کے ساتھ اس کو پڑھا جائے چنانچہ جس نے اس محبت کے ساتھ اس کو پڑھا کہ اس کی روح مخلص ہے، دل اس کا مصدق ہے اور زبان ناطق ہے تو اللہ تعالیٰ اسے نظر رحمت سے دیکھتا ہے۔

وحق لِعبد نَظرَ اللّٰهُ اِلَيْهِ انْ يُعْطِيَهُ سؤلَهُ.

اور جسے اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے دیکھے اسے اپنے کرم سے یہ حق عطا فرمادیتا ہے کہ وہ جو مانگے اسے عطا فرمادے۔ (نسائی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں:

ليس على اهل لا اله الا الله وحشة فی قبورهم ولا منشرهم وكانی انظر الی اهل لا اله الا الله وهم ينفضون التراب عن رئوسهم ويقولون:

الحمدلله الذی اذهب عنا الحزن.

اہل کلمہ پر قبر میں وحشت اور حشر و نشر کے روز ان پر کوئی دہشت طاری نہیں ہوگی اور وہ سروں سے مٹی جھاڑتے اور یہ کہتے ہوئے اٹھیں گے: حمد کے لائق ہے وہ جس نے ہمیں غم سے نجات دی۔

اللہ کے رسول اکرم ﷺ نے امت کو کلمہ کی اس شان و شوکت اور فضیلت کے ساتھ یہ تنبیہ بھی فرمائی کہ وہ مستقبل کے انقلاب سے خبردار رہیں اور غافل نہ ہوں اور لا الہ الا اللہ کی کثرت کیا کریں اس وقت کے آنے سے پہلے کہ جب اس کو اٹھا لیا جائے گا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں:

اَكْثِرُوْا من شَهَادَةَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَبْلَ اَنْ يُحَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا.

اس سے پہلے کہ تمہارے اور کلمہ کے درمیان کوئی رکاوٹ ڈال دی جائے، کلمہ کثرت سے پڑھا کرو۔

اظہار تعزیت

گذشتہ ماہ محترم ٹھیکیدار محمد یونس منہاس (بانی منہاج اسلامک سنٹر لالہ موسیٰ)، محترم قاری ریاست علی چدھڑ (نائب ناظم پنجاب) کی والدہ محترمہ، محترم راجہ ساجد محمود (نائب ناظم پنجاب) کی بھابھی جان، محترم چوہدری محمد وسیم ہمایوں (نائب امیر پنجاب) کے تایا جان، محترم حفیظ الرحمٰن (ڈپٹی ڈائریکٹر نظامت تمویلات) کے ماموں بشیر احمد (مغل پورہ، لال پل لاہور)، نصیر احمد بیگ سہروردی (داروغہ والا۔ لاہور)، محترم اظہر علی جٹ (مریدکے) کے سسر، محترم محمد اعجاز چوہان (مریدکے) کے بھائی، محترم محمد رمضان قادری (صدر MPIC یونان) کے بھائی، محترم محمد ارشاد (برلن، جرمنی) کے بہنوئی، محترم وسیم احمد (کوریا)، محترم قمر عباس (یونان)، محترم محمد اقبال فانی (فرینکفرٹ، جرمنی) کی دادی جان، محترم عبدالجبار بٹ (فرانس) کے بہنوئی، محترم حاجی ثناء اللہ (فرانس) کے بھائی، محترم نذیر احمد فراز کے والد محترم، محترم سکندر علی کے نانا جان، محترم شاہد الحسن بھٹی کے کزن، محترم عبدالقیوم منہاجین (مظفر آباد) کی والدہ اور محترم ذوالفقار علی کے والد محترم قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی بخشش و مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

marfat.com

الفقہ

آپ کے دینی مسائل

دم درود اور تعویذات کی شرعی حیثیت

مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی

حصہ اول

بعض شیطانی قوتیں ہر وقت یہی سوچتی اور منصوبہ بندی کرنے میں مصروف رہتی ہیں کہ اختلافات و تعصبات کی ماری ہوئی اس امت کو کہاں کہاں مذہبی، سیاسی اور مسلکی تنازعات میں الجھانے کے امکانات ہیں۔ چنانچہ وہ مذہب و مسلک کے نام پر اور کبھی سیاست و ثقافت کے نام پر صرف عوام ہی نہیں بلکہ نام نہاد خواص کو بھی گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ جھوٹے پروپیگنڈا سے سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کر دکھاتے ہیں۔

دنیا میں موت و حیات اور صحت و بیماری کا سلسلہ ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ بیماری بھی اللہ ہی پیدا کرتا ہے اور صحت و شفاء بھی اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ اُسی نے ہمیں دواء و علاج کا حکم دیا ہے اور اُسی نے دواؤں میں اثر رکھا ہے۔ جس طرح دواؤں میں شفاء کا اثر رکھا ہے اسی طرح دُعاء اور دم درود میں بھی شفاء کا اثر رکھا ہے۔ دواؤں اور دعاؤں میں وہ چاہے تو شفاء ہے نہ چاہے تو کچھ نہیں۔ ہر دواء میں ہر وقت ہر ایک کیلئے شفاء ہی ہوتی تو تمام ہسپتالوں سے علاج کے بعد شفایاب ہو کر ہی نکلتے، کسی کی میت گھر نہ پہنچتی۔ یہی حال دم درود اور جھاڑ پھونک کا ہے۔ جیسے صحیح تشخیص کے بعد معیاری دواؤں کے استعمال سے امید کی جاسکتی ہے کہ مریض شفایاب ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نام و کلام سے کسی بیمار کو کسی بھی بیماری سے شفایاب ہونے کے لیے قرآن و حدیث میں موجود پاک کلام سے جھاڑ پھونک یعنی دم کرنے سے مریض کے شفایاب ہونے کی قوی امید کی جاسکتی ہے۔ شفاء دینا، نہ دینا اس کا کام ہے۔ چارۂ علاج کرنا ہمارا کام ہے۔ جیسے طبی طریقہ ہائے علاج اختیار کرنے میں کوئی کسی کو طعن و طنز نہیں کرتا تو اللہ کے نام و کلام سے دم کرنے کے طریقہ علاج پر زبان طعن و تشنیع دراز کیوں کی جائے؟

اچھے بُرے کلمات میں اثر کا کون انکار کر سکتا ہے؟ جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ. بھی کلام ہے جس کے سننے والے اور کہنے والے پر خوشگوار اثرات پڑتے ہیں۔ لعنتی، خبیث، شیطان بھی کلام ہے جس کے سننے والے پر بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یونہی کسی بیمار پر کلماتِ طیبات جن کا معنٰی و مفہوم بھی معلوم ہے اور جن میں کفر و شرک کا مفہوم بھی نہیں پایا جاتا اگر پڑھ کر کسی بیمار کو جھاڑا جائے، پانی یا دودھ وغیرہ پر دم کر کے اُسے استعمال کیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ اس میں کونسا کفر و شرک پایا جاتا ہے؟ یہ تو اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور انبیاء و اولیاء کا طریقہ حقہ ہے۔ پھر اس کے خلاف محاذ آرائی اور مخالفت فی سبیل اللہ فتنہ و فساد نہیں تو کیا ہے؟ یہ جہالت و تعصب نہیں تو کیا ہے؟ اسے بدعت و شرک کہا جائے تو ہمیں بتایا جائے کہ پھر توحید و سنت کیا ہے؟ اس مضمون میں اسی کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔

marfat.com

☆ لغوی تحقیق: عربی زبان میں دم درود، جھاڑ اور پھونک کے لئے الرُّقی اور اَلرُّقْیَۃ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

قال ابن الأثیر: الرُّقْيَةُ العُوذة الّتی یُرْقٰی بھا صاحبُ الآفۃِ کالحُمّٰی والصَّرَع وغیر ذلک من الآفات، وقد جاء فی بعض الأحادیث جوازُھا وفی بعضِھا النَّھْیُ عنھا.

ابن اثیر الجوزی نے کہا ''رُقْیَۃ'' سے مراد وہ دُعا ہے جس سے مصیبت زدہ کو جھاڑا جائے۔ مثلاً بخار، بے ہوشی اور اس طرح کی دوسری آفات۔ بعض احادیث میں اس کا جواز اور بعض میں ممانعت آئی ہے۔

فمنَ الجواز قولہ: استَرقُوا لھا فاِنّ بھا النَّظْرَۃ، ای اطْلُبُوا لھا من یَرْقِیھا.

''جواز کی ایک مثال رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے: اسے جھاڑ پھونک کرو اس عورت کو نظر بد لگ گئی ہے، مطلب یہ کہ اس کے لئے کوئی جھاڑ پھونک کرنیوالا تلاش کرو''

ممانعت کی ایک مثال یہ ہے: لایَسْتَرْقُون ولایَکْتَوُون. ''نیک لوگ نہ جھاڑ پھونک کریں نہ داغیں''

احادیث کے مابین مطابقت

جھاڑ، پھونک اور دم درود کی تائید اور مخالفت میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔ دونوں اطراف کی ان احادیث کے مابین مطابقت یوں کی جاسکتی ہے کہ

وہ جھاڑ پھونک مکروہ ہے: (۱) جو عربی زبان میں نہ ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے مقدس ناموں سے، اسکی صفات اور کلام سے نہ ہو، اس کی نازل کردہ کتابوں میں نہ ہو۔

۳۔ عقیدہ یہ رکھا جائے کہ دم درود لازمی فائدہ دے گا اور اسی پر توکل کر لیا جائے۔

حضور ﷺ کے اس فرمان پاک کا بھی مطلب ہے: ماتوکّل من استرقیٰ. ''جس نے جھاڑ پھونک کیا اس نے توکل نہیں کیا''۔

اس کے علاوہ جو جھاڑ پھونک ہے وہ مکروہ نہیں۔

کالتعوّذ بالقرآن وأسماء اللہ تعالیٰ والرُّقی المَرْوِیَّۃِ.

''جیسے قرآن کریم اور اللہ تعالیٰ کے اسمائے مقدسہ، اس کی صفات، اس کی نازل کی گئی کتابوں میں موجود کلام اور جو دم جھاڑ حدیث پاک میں مروی ہے۔''

اسی لئے سرکار ﷺ نے اس صحابی سے جنہوں نے قرآن کریم سے جھاڑ پھونک کی تھی اور اس پر اجرت بھی لی تھی، فرمایا:

مَنْ اَخذ برُقْیۃ باطلٍ فقد أخذتَ برُقْیۃ حقٍّ

''وہ لوگ بھی تو ہیں جو باطل جھاڑ پھونک پر اجرت لیتے ہیں، تم نے تو برحق دم کر کے اجرت لی''۔

حضور ﷺ کا یہ فرمان جو حدیث جابر میں ہے وہ بھی اس دم درود اور اس میں استعمال ہونے والے کلمات کی وضاحت کر رہا ہے کہ سرکار ﷺ نے فرمایا:

اعْرِضُوھا عَلَیَّ فعرضْناھا فقال لابأس بھا انّما ھی مواثِیقُ. کأنّہ خاف أن یقع فیھا شیٔ ممّا کانوا یتلفظون بہ ویعتقدونہ من الشرک فی الجاھلیۃ وما کان بغیر اللسان العربی ممّا لایعرف لہ ترجمتہ ولایمکن الوقوف علیہ فلایجوز استعمالہ.

''وہ دم جھاڑ میرے سامنے لاؤ! ہم نے پیش کر دیا فرمایا کوئی حرج نہیں یہ تو وعدے معائدے ہیں۔ گویا حضور ﷺ کو ڈر تھا کہ کہیں دم میں کوئی ایسا حرف نہ ہو جسے وہ بولا کرتے۔ جس شرک کا دورِ جاہلیت میں عقیدہ رکھتے تھے، یا جو عربی زبان میں نہ ہو، جس کا ترجمہ نہ آئے اور نہ اس کا مفہوم تک پہنچنا ممکن ہو۔ پس ایسا دم جائز نہیں۔

سرکار ﷺ کا یہ فرمان بھی بعض اوقات کئی احباب دم، درود، تعویذات کو چند ایک مقاصد تک محدود کرنے کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ ''نظر بد اور بخار کے علاوہ کسی اور مقصد کیلئے دم درود نہیں''۔

اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اس دم سے بڑھ کر کوئی دم بہتر اور نفع دینے والا نہیں اور حضور ﷺ نے ایک سے زائد صحابہ کرام کو جھاڑ پھونک کا حکم دیا اور ایک بڑی جماعت کے بارے میں سنا کہ وہ جھاڑ پھونک کرتے تھے اور آپ نے ان پر انکار نہیں فرمایا۔ (لسان العرب، ۵: ۲۹۴)

احادیث مقدسہ کی روشنی میں

1۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ماأنزل اللہ دآء اِلّاأنزلَ له شفاء.

''اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں اتاری جس کے لیۓ شفاء نہ اتاری ہو۔'' (بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۵۱، کتاب الطب، رقم: ۵۳۵۴)

2۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لِکُلِّ داءٍ دواءٌ، فاذا اُصِیبَ دواءُ الداءِ برأ باذن اللہ عزوجل.

''ہر بیماری کیلئے دواء ہے جب دواء بیماری کو پہنچتی ہے، بیماری اللہ عزوجل کے حکم سے ٹھیک ہوجاتی ہے۔''

(مسلم، الصحیح، ۴: ۱۷۲۹، رقم: ۲۲۰۴)

3۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رخّصَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ فی الرُّقْیَةِ مِنَ العینِ وَالحُمَةِ وَالنُّملة.

''رسول اللہ ﷺ نے تین چیزوں کیلئے جھاڑ پھونک کی اجازت دی (۱) نظر بد (۲) بچھو وغیرہ کے کاٹے پر (۳) پھوڑے پھنسی کیلئے۔''

(مسلم، الصحیح، ۴: ۱۷۲۵، رقم: ۲۱۹۶)

4۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ان رسول اللہ ﷺ کان یأمرھا أن تسترقی من العین.

''رسول ﷺ ان (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کو نظر بد سے بچنے کیلئے جھاڑ پھونک کا حکم دیا کرتے تھے۔'' (بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۶۶، رقم: ۵۴۰۶)

5۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

انَّ النبیَّ ﷺ رَأی فی بیتھا جاریةً فی وَجْھِھَا سَفْعَةٌ فقال اِسْتَرْقُوْا لھا فانّ بھا النظرة.

''نبی کریم ﷺ نے ان کے گھر ایک لڑکی دیکھی جس کا چہرہ زرد تھا۔ فرمایا: اسے جھاڑ پھونک کرو، اسے نظر لگ گئی ہے۔'' (بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۶۷، رقم: ۵۴۰۷)

6۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نھی رسُولُ اللہ ﷺ عنِ الرُّقی، فجاء آل عمرو بن حزم الی رسول اللہ ﷺ، فقالوا یارسول اللہ انّه کانت عندنا رقیةٌ نرقی بھا من العقرب وانک نھیت عن الرقی قال فَعَرَضُوْھَا علیه فقال ماأری باساً من استطاع منکم أنْ یَّنفع أخاہ فَلْیَنْفَعْهُ.

''رسول اللہ ﷺ نے جھاڑ پھونک سے منع فرمایا، عمرو بن حزم کے خاندان والوں نے حاضر خدمت ہوکر عرض کی یارسول اللہ! ہمارے پاس ایک دم (ورد) تھا، جس سے ہم بچھو کے کاٹے کو جھاڑتے تھے اور آپ نے جھاڑ پھونک سے منع فرما دیا ہے۔ ان لوگوں نے وہ ورد وظیفہ سرکار کے سامنے پیش کیا۔ فرمایا مجھے تو اس میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی تم میں جو کوئی اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے تو اسے ضرور نفع پہنچائے۔'' (مسلم، الصحیح، ۴: ۱۷۲۶، رقم: ۲۱۹۹)

7۔ عوف بن مالک الاشجعی سے روایت ہے: ہم لوگ دورِ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کرتے تھے۔ ہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ فرمایا:

اِعْرِضُوْا عَلَیَّ رُقاکم، لابأسَ بالرُّقٰی مالَمْ یکُنْ فِیْهِ شِرکٌ. (مسلم، الصحیح، ۴: ۱۷۲۷، رقم: ۲۲۰۰)

''اپنا جھاڑ پھونک مجھ پر پیش کرو (پھر فرمایا) جب تک شرک نہ ہو جھاڑ پھونک میں حرج نہیں۔''

8۔ **عن الشفاء بنت عبداللہ قالت دخل علیٰ رسول اللہ ﷺ وأنا عند حفصة فقال لي الا تُعَلِّمِیْنَ ھذہ رقیة النملة کما عَلَّمْتِیھا الکتابة.**

marfat.com

”سیدہ شفاء بنت عبداللہ سے روایت ہے میں ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ فرمایا: شفاء! بی بی حفصہ کو پھوڑے پھنسی کا دم کیوں نہیں سکھاتیں؟ جیسے تم نے اسے لکھنا سکھایا۔“

(أبو داؤد، السنن، ٤: ١١، رقم: ٣٨٨٧)

9۔ حضرت عثمان بن عبداللہ بن موھب سے مروی ہے:

”میرے گھر والوں نے ایک پیالے میں پانی ڈال کر مجھے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت بھیجا۔ آپ کے پاس نبی کریم ﷺ کا ایک بال مبارک موجود تھا۔ جب کسی شخص کو نظر لگ جاتی یا کوئی شخص بیمار ہو جاتا تو وہ اپنا برتن سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیج دیتا اور وہ اس بال مبارک کو اس پانی میں ڈبو دیتی تھیں، میں نے پیالے میں جھانک کر دیکھا تو مجھے اس میں کچھ سرخ بال نظر آئے۔“

(بخاری، الصحیح، ٥: ٢٢١٠، رقم: ٥٥٥٧)

10۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

انّ النبیّ ﷺ کانَ ینفث علیٰ نفسه فی المرض الّذی مات فیه بالْمُعَوِذاتِ. فلمّاثقل کُنتُ انفث علیه بهنّ واَمْسَحُ بیدنفسه لبرکتها فسألت الزّهری کیف ینفث؟ قال کانَ یَنْفِثُ علیٰ یدیه ثم یَمْسَح بهما وجهه.

”نبی کریم ﷺ اپنی مرض موت میں معوذات (سورۂ فلق، سورۂ الناس) پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے تھے۔ جب کمزور ہو گئے تو وہی کلمات پڑھ کر میں دم کرتی تھی اور میں حصول برکت کیلئے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک چھوتی۔ معمر کہتے ہیں میں نے امام زہری رحمہ اللہ سے پوچھا حضور ﷺ اپنے اوپر کیسے دم کرتے تھے؟ انہوں نے کہا حضور ﷺ اپنے مبارک ہاتھوں پر دم کر کے چہرہ اقدس پر مل لیتے تھے۔

(بخاری، الصحیح ٥: ٢١٦٥، رقم: ٥٤٠٣)

☆ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں ”الرُّقیٰ بفاتحة الکتاب“ ”فاتحہ سے دم کرنا“ کے عنوان سے باقاعدہ ایک باب قائم کیا ہے۔

11۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ کے کچھ صحابہ کرام کا قبائل عرب میں سے ایک قبیلہ پر گذر ہوا۔ انہوں نے ان صحابہ کرام کی مہمان نوازی نہ کی۔ اسی اثناء میں ان لوگوں کے سردار کو سانپ یا بچھو کا ڈنگ لگا۔ بستی والوں نے کہا تمہارے پاس کوئی دواء یا دم کرنے والا ہے؟ صحابہ کرام نے کہا جی ہاں۔ تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی (کھانا نہیں کھلایا) ہم (بھی) دم نہیں کریں گے جب تک بکریوں کا پورا ریوڑ ہمیں نہ دو۔ اب ان لوگوں نے بکریوں کا ریوڑ ان حضرات کو دیا تو فجعل یقرأبأم القرآن حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم، جھاڑ شروع کر دیا۔ لعاب دہن جمع کر کے زخم پر لگاتے جاتے۔ وہ شخص ٹھیک ہو گیا۔ بکریوں کا ریوڑ ان کے سپرد کرنے لگے تو صحابہ کرام کہا ہم نبی اکرم ﷺ سے پوچھے بغیر نہیں لیں گے۔

فسألوه فضحک وقال ماادرک أنها رُقْیَةٌ خذوها واضربوا لی بِسَهْمٍ.

پھر سرکار ﷺ سے پوچھا آپ ہنس پڑے۔ فرمایا: تجھے کیسے پتہ چل گیا کہ یہ دم ہے؟ لو! اور میرا حصہ مجھے دو!

(بخاری، الصحیح، ٥: ٢١٦٦، رقم: ٥٤٠٤)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں اتنا اضافہ ہے:

فقال رسول اللہ ﷺ انّ أحقّ ما أخذتم علیه أجرا کتاب اللہ.

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک جس چیز پر تم اجرت لینے کے زیادہ حقدار ہو، وہ اللہ کی کتاب ہے۔“

یعنی لوگ جادو! شرکیات، شیطانی ٹونے ٹوٹکے اور جھاڑ پھونک کے ذریعہ پیسہ کماتے ہیں جو باطل اور شیطنت ہے۔ تم نے تو ستھرا سودا کیا۔ قرآن کریم سے دم کیا اور اس پر اُجرت لی، جو سیدھا راستہ ہے۔

(جاری ہے)

marfat.com

حضور ﷺ کے آباء و امہات کا ایمان

کتاب و سنت کی روشنی میں

مفتی علامہ غلام دستگیر افغانی نقشبندی ☆

حضور نبی کریم ﷺ کے آباء و امہات حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے لے کر حضرت حوا علیہا السلام تک سب ہی موحد مومن ہیں۔ آپ کے سلسلہ نسب میں کوئی مشرکہ یا کافر داخل نہیں۔

زیر نظر مضمون میں اس موضوع پر آیات قرآنیہ، احادیث رسول ﷺ اور بعض علماء ربانیین کے اقوال کی روشنی میں دلائل بیان کئے جا رہے ہیں۔ آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے اس استدلال کا مقصود یہ ہے کہ جہاں ایک مومن اس حوالے سے اپنے عقیدہ کو مستحکم کرے وہاں وہ ان دلائل کو از بر کرے اور حضور ﷺ کے آباء و امہات کے ایمان پر اعتراض و تنقید کرنے والوں کو کماحقہ جواب دینے کی اہلیت اپنے اندر پیدا کر سکے۔

دلیل نمبر 1

نبی اکرم ﷺ کے آباء و امہات کے مومن ہونے پر پہلی دلیل یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ. (البقرہ:۲۲۱)

”اور یقیناً مشرک مرد سے مومن غلام بہتر ہے“۔

یہ مسئلہ قطعی ہے کہ مسلمان چاہے حسب و نسب میں کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو وہ اعلیٰ قوم و اولیٰ نسب والے مشرک سے بدرجہا بہتر اور افضل ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بعثت من خير قرون بنى آدم قرنا فقرنا حتى كنت من القرن الذى كنت منه.

”مجھے ہر قرن و طبقہ میں تمام قرون آدم کے بہتر میں سے بھیجا گیا یہاں تک کہ اس قرن میں ہوا جس سے پیدا ہوا“ (صحیح بخاری، باب صفۃ النبیؐ، رقم: ۳۳۶۴)

اب اس حدیث کو آیۃ مذکورہ سے ملایا جائے تو دعوی بالکل واضح ہوجائے گا۔ آیت میں فرمایا گیا ہے کہ مشرک سے مومن غلام بہتر ہے اور حضور ﷺ کے ارشاد سے پتہ چلا کہ میں خیر قرون سے ہوں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ میں ایمان والوں کی پشت سے ہوں۔

دلیل نمبر 2

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فى الارض سبعة مسلمين فصاعدا فلولا ذالك لهلكت الارض ومن عليها.

”روئے زمین پر ہر زمانے میں کم سے کم سات مسلمان رہے ہیں، ایسا نہ ہوتا تو زمین و اہل زمین سب ہلاک ہوجاتے“۔ (اخرجہ عبدالرزاق، بسند صحیح علی شرط الشیخین)

اب ان دونوں حدیثوں کو صغریٰ، کبریٰ کے

☆ مہتمم جامعہ ضیاء العلوم (کراچی)

marfat.com

طریق پر ملایا جائے تو ان دونوں کو ملانے کے نتیجے کے طور پر حضور ﷺ کے آباء و امہات کا ایمان ہی ثابت ہوتا ہے۔ اول حدیث میں صاف طور پر فرمایا گیا کہ ''میں خیر قرون سے ہوں'' اور دوسری حدیث نے بتایا کہ ''روئے زمین پر ہمیشہ کم از کم سات مسلمان رہے ہیں'' اور آیۃ مذکورہ۔ ولعبد مومن خیر من مشرک، سے نتیجہ یہ نکلا کہ حضور ﷺ کا نور ہمیشہ خیر سے خیر کی طرف منتقل ہوتا رہا اور چونکہ خیر، مومن ہے، مشرک و کافر، خیر نہیں۔ لہذا حضور ﷺ کا سلسلۂ نسب مومنین سے ہے مشرکین سے نہیں۔

صغریٰ پر دلیل کی طرف امام جلیل، جلال الدین سیوطی نے ارشاد فرمایا: والمعنی ان الکافر لا اھل شرعا ان یطلق انه من خیر القرون.

''شرعاً کافر ہرگز اس کا اہل نہیں ہوسکتا کہ وہ خیر قرن سے ہو''۔

خیر قرن سے مومن ہی ہوسکتا ہے لہذا حضور ﷺ کے اصول (آباء و امہات) سب مومن قرار پائے۔

دلیل نمبر 3

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ. (التوبة: ۲۸)

''مشرکین تو سراپا نجاست ہیں''۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

لم ازل انقل من اصلاب الطاهرین الی ارحام الطاهرات (رواہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ عن ابن عباسؓ)

''میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کی طرف منتقل ہوتا رہا''۔

ان مندرجہ بالا آیت و حدیث کو آپس میں ملایا جائے تو مطلب بالکل واضح ہوجائے گا کیونکہ قرآن عظیم نے بلاشبہ مشرکین کے نجس ہونے کا فیصلہ فرمایا اور حدیث پاک میں حضور ﷺ نے اپنے آباء و امہات کو طیب و طاہر فرمایا۔ مشرکین نجس ہیں کبھی طاہر نہیں ہوسکتے اور حضور ﷺ کے اصول (آباء و امہات) طاہر ہیں کبھی نجس نہیں ہوسکتے۔ پس لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ حضور ﷺ کے آباء و اجداد اور امہات و جدات مومن موحد تھے کبھی مشرک و کافر نہیں ہوسکتے۔

دلیل نمبر 4

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ. (المنافقون: ۸)

''حالاں کہ عزّت تو صرف اللہ کے لیے اور اس کے رسول (ﷺ) کے لیے اور مومنوں کے لیے ہے مگر منافقین (اس حقیقت کو) جانتے نہیں ہیں''۔

اس آیت کریمہ میں عزت و اکرام کا ''حصر''، اللہ تعالیٰ نے مومنین میں فرمایا۔ کافر چاہے جتنی اونچی قوم کا کیوں نہ ہو وہ ذلیل ولئیم ٹھہرا۔ نبی کا کسی ذلیل ولئیم کے پشت اور نسب سے ہونا کوئی مدح نہیں حالانکہ اس آیت کریمہ کو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے مقام مدح میں نازل فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے اجداد اشرف تھے اور کافر و مشرک ہرگز عزت و شرف والے نہیں ہوسکتے۔ مومن موحد ہی اشرف و اکرم ہوسکتا ہے۔

دلیل نمبر 5

کسی ذلیل و رذیل شخص کا نسب میں فخر کرنا عقلاً اور عرفاً باطل ہے لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنے فضائل کریمہ کے بیان میں رجز اور مدح میں متعدد دفعہ اپنے آبائے کرام و امہات طیبات کا ذکر فرمایا۔ جنگ حنین میں جب کچھ دیر کے لئے کفار نے غلبہ پایا اور چند لوگ پناہ رسالت میں باقی رہے تو اللہ کے پیارے رسول ﷺ پر جلالیت طاری ہوئی اور فرمایا:

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب.

''میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں''۔ (صحیح بخاری باب الرکوب علی الدآبۃ)

marfat.com

حضور ﷺ نے یہ رجز پڑھتے ہوئے سواری سے نزول فرمایا۔ دست مبارک میں ایک مٹھی خاک لے کر کافروں کی طرف پھینکی۔ وہ خاک تمام کافروں کی آنکھ میں پہنچی اور سب کے منہ پھر گئے۔ بعض روایات میں رجز کا آخر یہ ہے کہ ''انا ابن العواتک من بنی سلیم.

''میں بنی سلیم سے ان چند خواتین کا بیٹا ہوں جن کا نام عاتکہ تھا''۔ (الفردوس بماثور الخطاب، ج ۱، رقم: ۱۱۴)

بعض علماء کے نزدیک حضور ﷺ کے جدات میں 9 بیبیوں کا نام عاتکہ تھا اور بعض کے نزدیک 12 خواتین کا نام عاتکہ تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنا نسب نامہ اپنے فضائل کریمہ میں 21 پشت تک بیان فرمایا کہ میں نسب میں سب سے افضل اور باپ میں سب سے افضل ہوں۔ کسی مشرک یا کافر باپ دادا پر فخر کرنا جب نہ تو عقلاً جائز ہے اور نہ ہی عرفاً تو حضور ﷺ کے لئے کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ معاذ اللہ آپ مشرک یا کافر باپ دادا کے نسب پر فخر فرمائیں پس بحکم نصوص ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے آباء و امہات مسلمین و مسلمات تھے۔

دلیل نمبر 6

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ.

''اے نوح! بے شک وہ تیرے گھر والوں میں شامل نہیں کیوں کہ اس کے عمل اچھے نہ تھے''۔ (ھود: ۴۶)

آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومن و کافر کا نسب قطع فرمادیا۔ اور حدیث میں ہے:

نحن بنو نضر بن کنانه لا منتفی من ابینا.

''ہم نضر بن کنانہ کے بیٹے ہیں، ہم اپنے باپ سے اپنا نسب جدا نہیں کرتے''۔ (رواہ احمد وابن ماجہ والطبرانی وغیرہ)۔

اگر معاذ اللہ حضور ﷺ کے سلسلہ نسب میں کوئی کافر تھا یا مشرک تو نہ صرف اس نسبت کا اعلان کرنا بلکہ ان پر فخر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن حضور ﷺ کے آباء و امہات سب موحد مومن تھے لہذا ان پر فخر کرنا، ان کا نسب باقی رکھنا اپنی جگہ بالکل درست اور بجا ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔

دلیل نمبر 7

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنا کر دعا کی تھی:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ. وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ. (البقرہ: ۱۲۸، ۱۲۹)

''اور ہماری اولاد سے بھی ایک امت کو خاص اپنا تابع فرمان بنا۔ ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول (ﷺ) مبعوث فرما''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا حضور ﷺ سے پوری ہوئی۔ اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ نبی ﷺ مسلم جماعت سے پیدا ہوئے اور اسی بات کو ہم ثابت کررہے ہیں۔

دلیل نمبر 8

ارشاد فرمایا: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ.

''بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (ﷺ) تشریف لائے''۔ (التوبہ: ۱۲۹)

ایک قراۃ میں اَنْفُسِكُمْ کی ''ف'' کو فتحہ (زبر) کے ساتھ پڑھا جاتا ہے یعنی اَنْفَسِكُمْ، جس کے معنی یہ ہوئے کہ تمہارے پاس یہ عظمت والے رسول نفیس ترین جماعت میں سے تشریف لائے۔ کافر چونکہ نفیس نہیں بلکہ خسیس ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے اجداد ماجدین اور جدات طاہرات اعلیٰ قسم کے مومن تھے۔ وہ کفر و شرک کے تمام انواع سے پاک و مبراء تھے۔

دلیل نمبر 9

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ. وَتَقَلُّبَکَ فِی

marfat.com

السّٰجِدِیْنَ (الشعراء:۲۱۸، ۲۱۹)

''جو آپ کو (رات کی تنہائیوں میں بھی) دیکھتا ہے جب آپ (نمازِ تہجد کے لیے) قیام کرتے ہیں اور سجدہ گزاروں میں (بھی) آپ کا پلٹنا دیکھتا (رہتا) ہے''۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ کا نور پاک ساجدوں سے ساجدین کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ سب آباء کرام مسلمین تھے۔ امام سیوطی، ابن حجر مکی اور علامہ زرقانی نے اس تقریر کی تائید و توثیق فرمائی۔

دلیل نمبر 10

ارشاد فرمایا: وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی.

''اور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے''۔ (الضحیٰ:۵)

نبی کریم ﷺ کی وجاہت اجابت کا تو یہ عالم ہے کہ ان کے حق میں رب فرماتا ہے:

سنرضی امتک ولا نسوک به.

''قریب ہے کہ ہم تجھے تیری امت کے بارے میں راضی کردیں گے اور تیرا دل برا نہ کریں گے''۔ (رواہ مسلم)

امت کے معاملے میں تو حضور ﷺ کی شفاعت پروردگار رد نہ فرمائے تو کیا والدین کے بارے میں حضور ﷺ کو یہ گوارہ ہوگا کہ وہ معاذ اللہ جہنم میں رہیں۔

دلیل نمبر 11

نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت ابو طالبؓ کے ایمان کے حوالے سے بعض لوگ اس سوچ کے حامل ہیں کہ آپ نے اسلام قبول نہ کیا تھا۔ یہ احباب اپنے موقف کی تائید میں احادیث مبارکہ پیش کرتے ہیں۔ ان کے اس اختلاف سے قطع نظر ان کی طرف سے ایمان ابو طالبؓ کی نفی میں پیش کی جانے والی احادیث سے بھی حضور ﷺ کے آباء و امہات کے ایمان پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

آیئے اس پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوطالبؓ کے بارے میں فرمایا: وجدته غمرات من النار فاخرجته الی ضحضاح.

''میں نے ابو طالب کو سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو کھینچ کر ٹخنوں تک آگ سے نکال دیا۔ (صحیح مسلم، باب اھون اھل النار عذابا، رقم:۲۰۹)

دوسری روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! ابوطالبؓ نے آپ کی بہت خدمت کی، کیا آپ ﷺ سے ان کو کوئی فائدہ ہوا، حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

ولو لا انالکان فی الدرک الاسفل من النار.

''اگر میں نہ ہوتا تو ابو طالب جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتا''۔ (ایضا، رقم:۲۰۹)

ظاہر ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے جو قرب والدین کریمین کو ہے حضرت ابوطالبؓ کو اس سے کوئی نسبت نہیں۔ اگر حضرت ابو طالبؓ کو حضور ﷺ کے ساتھ نسبت اور آپ کی خدمت کی بناء پر یہ فائدہ پہنچ رہا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ والدین کریمین اس سے محروم ہوں۔

دلیل نمبر 12

والدین کریمین کے ایمان کے حوالے سے یہ عذر بھی معقول ہے کہ نہ تو انہیں دعوت اسلام پہنچی اور نہ ہی انہوں نے زمانہ نبوت پایا۔ وہ دین ابراہیمی پر تھے، ان کے لئے عقیدہ توحید ہی کافی ہے۔ کسی ضعیف حدیث یا تاریخ سے ان کی طرف شرک کی نسبت ثابت نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلاً.

''ہم ہرگز عذاب دینے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ ہم (اس قوم میں) کسی رسول کو بھیج لیں''۔ (الاسراء:۱۵)

معلوم ہوا کہ جب والدین کریمین کو دعوت ہی نہیں پہنچی تو عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ وہ حضرات دین ابراہیمی پر تھے۔ حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ

حضرت آمنہؓ نے جو اشعار بوقت رحلت ارشاد فرمائے، ان سے ان کے ایمان کی دلیل ملتی ہے۔ جب والدہ ماجدہ نے اپنے فرزند جلیل سید مرسلین ﷺ کے چہرہ انور پر حسرت سے نظر کی اور ان کی یتیمی کا خیال آیا تو فرمایا:

بارک اللہ فیک من غلام	یا ابی الذی من حرمة حملم
نجا بعون الملک المنلم	فوری علة انضرب باالسهلم
بمائته من الابل السوام	وان صح ماالبصرت فی المنلم
فانت مبعوث الی الانلم	تبعث فی الحل والحرام
تبعث فی التحقیق والاسلام	دین ابیک البر ابراهلم
فاالله انهاک عن الاصنلم	ان لا تو الیها مع اقوام

"اے لڑکے اللہ تجھ میں برکت رکھے، اے ان کے بیٹے جنہوں نے موت سے گھیرے نجات پائی۔ بڑے انعام والے بادشاہ اللہ عزوجل کی مدد سے جس صبح کو قرعہ ڈالا گیا۔ سو بلند اونٹ ان کے فدیہ میں قربان کئے گئے اگر وہ ٹھیک ٹھہرا جو میں نے خواب میں دیکھا ہے تو سارے جہاں کی طرف تو پیغمبر بنایا جائے گا جو تیرے نیکوکار باپ ابراہیم کا دین ہے۔ میں اللہ کی قسم دے کر تجھے بتوں سے منع کرتی ہوں کہ قوموں کے ساتھ ان کی دوستی نہ کرنا"۔

حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کی فراق دنیا کے وقت اپنے ابن کریم کو یہ مبارک وصیت توحید و رد شرک میں فرق کے اعتبار سے آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور اس کے ساتھ ملت ابراہیمی کا بھی پورا اقرار و ایمان ہے اور وہ بھی بیان بعثت عامہ کے ساتھ۔

دلیل نمبر 13

ارشاد فرمایا: اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ.

"اللہ خوب جانتا ہے کہ اسے اپنی رسالت کا محل کسے بنانا ہے"۔ (الانعام:۱۲۴)

اللہ رب العزت سب سے زیادہ معزز و محترم جگہ وضع رسالت کے لئے انتخاب فرماتا ہے لہذا کبھی کمتر قوموں اور رزیلوں میں رسالت نہیں رکھی۔ کفر و شرک سے زیادہ رذیل کونسی چیز ہوسکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کیوں کر اس نور رسالت کو اس میں ودیعت کرے۔ کفار محلِ غضب و لعنت ہیں اور نورِ رسالت کے وضع کو محلِ رضا و رحمت درکار ہے۔ پس معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا نور اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف گردش کرتا ہوا حضرت عبداللہ اور آمنہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ظاہر ہوا۔ وہ سب کے سب کفر و شرک، الحاد و بے دینی کی آلودگیوں سے پاک و منزہ تھے۔

دلیل نمبر 14

قرآن پاک میں ہے کہ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ. اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ. (البينة:٦،٧)

"بے شک جو لوگ اہلِ کتاب میں سے کافر ہوگئے اور مشرکین (سب) دوزخ کی آگ میں (پڑے) ہوں گے وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں، یہی لوگ بد ترین مخلوق ہیں بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہی لوگ ساری مخلوق سے بہتر ہیں"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

انا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصی بن كلاب بن مره بن كعب بن لؤى بن غالب بن فهر بن مالک بن نضر بن كنانه بن خزيمه بن مدركه بن الياس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان مافترق الناس فرقتين الاجعلنى الله فى خير بهما فا خرجت من بين ابوى فلم يمسنى شى من عهد الجاهلية وخرجت من نكاح ولم يمسنى من سفاح اخرج من آدم حتى انتهيت نكاح

marfat.com

ابی و امی فانا خیر کم نفسا و خیر کم ابا.

"میں ہوں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم۔۔۔ (یوں اکیس پشت تک نسب نامہ مبارک بیان کر کے فرمایا) کبھی لوگ دو گروہ نہ ہوئے مگر یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر گروہ میں پیدا کیا تو میں اپنے ماں باپ سے اس طرح پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاح صحیح سے پیدا ہوا۔ آدم سے لے کر اپنے ابوین تک تو میرا نفس کریم سب سے افضل اور میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر"۔

آیت مذکورہ میں رب العزت نے کفار اور مشرکین کو شر البریہ فرمایا اور حضور ﷺ نے فرمایا اناخیر کم ابا ونفسا "میں تم میں سے ذات اور باپ کے اعتبار سے اچھا ہوں"۔ پس یہ بات روز روشن سے بھی زیادہ عیاں اور روشن ہوگئی کہ سلسلہ نبوی ﷺ میں کوئی کافر مشرک داخل نہیں ورنہ حضور ﷺ کا خیر اب ہونا کس طرح ثابت ہوسکتا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی و دیگر محدثین فرماتے ہیں:

ان آباء النبی ﷺ غیر الانبیاء وامھاتہ الی آدم وحوالیس فیھم کافر لایقال فی حقہ انہ مختار ولا کریم ولا طاھر بل نجس وقد صلقت الا احادیث بانھم مختارون وان الآباء کرام والامھات طاھرات وایضا قال تعالی وتقلبک فی الساجدین علی احدالتفاسیر فیہ ان المراد فننقل نورہ من ساجدالی ساجد.

"نبی کریم ﷺ کے سلسلہ نسب غیر انبیاء میں (کیونکہ جتنے انبیاء ہیں وہ تو انبیاء ہی ہیں) جس قدر آباء و امہات آدم و حوا تک ہیں ان میں کوئی کافر نہ تھا کہ کافر کو پسندیدہ، کریم یا پاک نہیں کہا جاسکتا اور حضور ﷺ کے آباء و امہات کی نسبت حدیثوں میں تصریح کی گئی ہے کہ وہ سب پسندیدۂ بارگاہ الٰہی ہیں، آباء سب معزز اور بزرگی والے ہیں، مائیں سب پاکیزہ ہیں اور آیہ کریمہ وتقلبک فی الساجدین کی بھی ایک تفسیر یہی ہے کہ نبی ﷺ کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا آیا"۔

اب اس سے صاف ثابت ہورہا ہے کہ حضور ﷺ کے والدین ماجدین اہل جنت ہیں کیونکہ ساجد مشرک و کافر نہیں ہوتے بلکہ مومن و موحد ہی ہوتے ہیں۔

چند سوالات اور ان کے جوابات

۱۔سوال: قرآن کریم نے آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا باپ بتایا اور وہ تو بت تراش تھے اس طرح حضور ﷺ کے سلسلہ نسب میں مشرک آگیا؟

جواب: اس کے متعلق عرض ہے کہ مفسرین و اہل تاریخ کا اس پر اتفاق ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا، باپ نہیں تھا۔ ترمذی میں حضرت ابوہریرہ کی روایت سے حدیث موجود ہے کہ "آدمی کا چچا اس کے باپ کی جگہ ہوتا ہے۔ نیز قرآن کریم میں صریح آیت موجود ہے جس میں چچا کو باپ فرمایا گیا۔ نیز قرآن کریم اصطلاحات عرب کے مطابق نازل ہوا۔

۲۔سوال: روایات سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کے والدین زندہ کیے گئے اور حضور ﷺ پر ایمان لائے۔

جواب: اولاً تو اس حدیث سے حضور ﷺ کے والدین کا ایمان ثابت ہوتا ہے ہے جو لوگ اب بھی ایمان کے قائل نہیں جواب تو ان کو دینا ہے، یہ حدیث ہمارے مطلوب کے خلاف نہیں۔ نیز حضور ﷺ کے والدین کا دوبارہ زندہ کرنا اور ایمان لانا معاذاللہ اس لئے نہیں تھا کہ وہ کافر تھے۔ ان کا کفر تو کسی ضعیف روایت سے بھی ثابت نہیں بلکہ ان کو اس لئے زندہ کیا گیا کہ وہ حضور ﷺ پر ایمان لاکر حضور کے شرف صحابیت سے مشرف ہوں اور خیر الامۃ میں داخل ہوجائیں۔ ان کا زندہ کرنا اور حضور ﷺ پر ایمان لانا یہ تو مزید انعام و اکرام کے لئے تھا ورنہ وہ پہلے ہی سے ملت ابراہیمی پر تھے۔ جس طرح گذشتہ قصیدہ میں ثابت ہوچکا ہے۔ ان کا اہل توحید سے ہونا

marfat.com

ہی ان کی نجات کے لئے کافی ہے اس لئے کہ وہ تو احکام کے مکلف ہی نہیں تھے جس طرح کہ پہلے گزر چکا ہے۔

۳۔سوال: حضور ﷺ کو والدین کے لئے استغفار سے کیوں منع فرمایا گیا؟

جواب: حضور ﷺ کو استغفار سے بھی رب العزت نے اس لئے منع فرمایا کہ آپ کے والدین گنہگار تھے ہی نہیں۔ استغفار تو گناہگاروں کے لئے ہوتا ہے اور گنہگار و مجرم وہ ہے جو نبی یا رسول کی دعوت توحید و احکام سے اعراض کرے اور انکار کردے۔ حضور ﷺ کے والدین کے لئے یہ دونوں امر ثابت نہیں۔

۴۔سوال: فقہ اکبر کی عبارت ماتا علی الکفو "ان کی موت کفر پر ہوئی" سے کیا مراد ہے؟

جواب: ا۔ اول تو یہ مسئلہ اجتہادی نہیں کہ ہم اس میں کسی امام کی پیروی یا تقلید کریں۔

۲۔ دوسرا یہ کہ فقہ اکبر کی عبادت مئول ہے یعنی ماتا علی عھد الکفو۔ یعنی حضور ﷺ کے والدین کا عہد کفر میں انتقال ہوا اور یہ بات مسلّم ہے اس سے کوئی انکار نہیں۔

۳۔ تیسری تاویل یہ ہے کہ ماماتا علی الکفو" حضور ﷺ کے والدین کا کفر پر انتقال نہیں ہوا۔

۴۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ عبارت بعض نسخوں میں سرے سے موجود ہی نہیں اس لئے ہمیں اس عبارت کی جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں۔

خلاصۂ کلام

مسئلہ اس قدر نازک ہے کہ اگر احتیاط ہاتھ سے نکل جائے تو ایمان سے محروم ہونے کا خطرہ ہے۔ کیا حضور ﷺ کے والدین ماجدین کے کفر کے متعلق (معاذاللہ) قول کرنا کوئی آسان کام ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (التوبہ: ۶۱)

"اور جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کو (اپنی بد عقیدگی، بدگمانی اور بدزبانی کے ذریعے) اذیت پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے"۔

عقلمند کو چاہئے کہ ایسی پرخطر جگہ احتیاط سے کام لے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ "کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو"۔ کفر کی نسبت کا معاملہ تو بہت ہی دشوار ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول سے سبق لیا جائے، فرماتے ہیں:

"اگر کسی میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور ایک ایمان کا تو اس کے لئے بھی کفر کی نسبت کرنا جائز نہیں"۔ خود ساختہ مقلدین کے پاس امام کے اس ارشاد کا کیا جواب ہے هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ. "اگر تمہارے پاس کوئی برہان ہے اور تم سچے ہو تو وہ برھان لاؤ"۔

کیا تمہارا ایمان گوارہ کرتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے ادنیٰ غلام جنت نعیم میں داخل ہوں اور جن کے نعلین کے تصدق جنت بنی ان کے ماں باپ دوسری جگہ (معاذ اللہ) غضب و عذاب میں مبتلا ہوں۔ کیا آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم سے بھی کم ہیں۔۔۔ کیا یہ آپ کو پسند ہوگا کہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام اپنی والدہ کو جنت میں دیکھیں اور محبوب ﷺ کی والدہ وہاں نظر نہ آئیں۔۔۔ حضور ﷺ کے والدین ماجدین کے ناموں سے ہی پتہ چلتا ہے کہ وہ کون تھے۔ اپنا تو یہ موقف ہے کہ یہ سارا باغ ہے اور وہی اس کے مالی ہیں۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ مالی تو باغ کی فرحت و مسرت سے محروم ہو اور غیروں کے لئے بساط عیش و عشرت بچھا رہے۔

marfat.com

کامیاب لوگوں کی خصوصی عادات

قسط: 5

دوسری عادت: انجام پر نظر رکھنا

شفاقت علی شیخ shafaqatalisheikh@yahoo.com

قارئین کے پسندیدہ اس سلسلہ وار مضمون میں امریکن رائٹر ''سٹیفن آرکووے'' کی تحریر Seven Habits of highly efective people کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بیان کیا جارہا ہے۔ کامیاب لوگوں کی خصوصی عادات میں سے پہلی عادت ''ذمہ داری قبول کرنا'' کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ماہنامہ منہاج القرآن ماہ جنوری، فروری، اپریل اور جون 2011ء کے شماروں میں شائع کیا گیا۔ اسی مضمون کا اگلا حصہ کامیاب لوگوں کی دوسری عادت ''انجام پر نظر رکھنا'' نذرِ قارئین ہے:

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں انسان کی فطری کمزوریوں میں سے ایک کمزوری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا. الاسراء: ١١)

''اور انسان بڑا ہی جلد باز واقع ہوا ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی طبیعت میں عجلت پسندی یا جلد بازی کا مادہ پایا جاتا ہے کہ وہ ہر معاملے میں فوری نتائج چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ اُن کاموں کی طرف لپکتا ہے جہاں کوئی فوری فائدہ یا لذت دکھائی دے رہی ہو، خواہ اُس کا آخری انجام نقصان دہ ہی ہو لیکن اُن کاموں کی طرف آمادہ نہیں ہوتا جہاں کوئی وقتی فائدہ یا مصلحت نظر نہ آرہی ہو یا بظاہر کوئی نقصان دکھائی دے رہا ہو اگرچہ آخر میں وہاں سے کوئی بہت بڑا فائدہ برآمد ہونا ہو۔ یہ انسان کی عجلت پسندی ہی ہے جو اُسے دنیا کے وقتی، عارضی، فانی اور ناپائیدار فائدوں کی طرف اُکساتی ہے اور آخرت کے حقیقی نفع کو جو بظاہر دکھائی نہیں دے رہا اُسے نظروں سے اوجھل کر دیتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں انسان کی اس خامی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا:

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى.

'' بلکہ تم دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔'' (الاعلیٰ: ١٦-١٧)

دنیا کے مقابلے میں آخرت کے زیادہ بہتر اور زیادہ پائیدار ہونے کا تقاضا تو یہ تھا کہ انسان ہر حال میں دنیا کے فائدوں اور مصلحتوں پر آخرت کے فائدوں اور مصلحتوں کو ترجیح دیتا اور جہاں بھی یہ دونوں ایک دوسرے کے مدِ مقابل ہوتے تو وہ دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف لپکتا لیکن عام طور پر ہوتا اس کے برعکس ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ'' اگر دنیا ختم ہوجانے والا سونا ہوتی اور آخرت باقی رہنے والی مٹی ہوتی تو بھی عقل پر لازم تھا کہ وہ باقی رہنے والی مٹی کو فنا

marfat.com

ہوجانے والے سونے پر ترجیح دیتی، لیکن یہاں تو صورتِ حال یہ ہے کہ آخرت باقی رہنے والے سونے سے بھی بہتر ہے اور اُس کے مقابلے میں دنیا ختم ہو جانے والی مٹی سے بھی کمتر ہے لیکن انسان اس کے باوجود اس فنا ہو جانے والی مٹی کو ترجیح دیتا ہے۔اس کی وجہ یہی انسان کی عجلت پسندی ہے۔ دنیا کی رونقیں ، فائدے اور لذتیں سامنے دکھائی دیتی اور محسوس ہوتی ہیں جبکہ آخرت کی تمام تر رعنائیاں ، آرائشیں اور زیبائشیں پردہ کے پیچھے ہیں جو نہ آنکھوں سے دکھائی دیتی ہیں اور نہ فوراً محسوس ہوتی ہیں۔گویا دنیا کا معاملہ نقد ہے اور آخرت کا اُدھار،انسان اُدھار کو چھوڑ کر نقد کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیتا ہے۔ اللہ رب العزت کی ذات چونکہ اس طرح کی کمیوں اور خامیوں سے منزہ اور مبرّا ہے لہٰذا وہ ہمارے لیے دنیوی زندگی کے عارضی فائدوں اور عیش وعشرت کے مقابلے میں اُخروی زندگی کے دائمی آرام وسکون کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ.

"تم دنیوی زندگی کا فائدہ چاہتے ہو اور اللہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے۔" (الانفال:٦٧)

شاہراہ حیات پر چلتے ہوئے کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ دنیا اور آخرت کے تقاضے ایک دوسرے کے مدِ مقابل کھڑے ہوتے ہیں۔کسی ایک طرف کے مفاد کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ دوسری طرف کے مفاد کو نظر انداز کردیا جائے۔ایسے تمام مواقع پر ایمان کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ انسان آخرت کو دنیا پر ترجیح دے، وہ دنیوی نقصان گوارا کرلے مگر آخرت کا نقصان کسی قیمت پر گوارا نہ کرے۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا:

من احب دنیاہ اضر باخرتہ ومن احب اخرتہ اضر بدنیاہ فاثروا مایبقیٰ علی ما یفنیٰ.

(مجمع الزوائد، باب فی من احب الدنیا، ج١٠،ص٢٤٩)

"جو شخص دنیا سے محبت کرے گا (یعنی دنیا کو آخرت پر ترجیح دے گا) وہ آخرت کا نقصان کرلے گا اور جو شخص آخرت سے محبت کرے گا (یعنی آخرت کو دنیا پر ترجیح دے گا) وہ اپنی دنیا کا نقصان کرلے گا۔ پس تم باقی رہنے والی چیز (یعنی آخرت) کو فنا ہوجانے والی چیز (یعنی دنیا) پر ترجیح دو۔"

پھر دنیا اور آخرت کا رشتہ ایسا ہے کہ دنیا دارالعمل ہے اور آخرت دارالجزاء ۔ جیسا عمل ہم نے اس دارالعمل میں کرنا ہے ویسا ہی بدلہ ہمیں دارالجزاء میں ملنا ہے۔یہ ایک اٹل قانون ہے جس طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ

الدنیا مزرعة الاخرة "دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔"

(فتح الباری، کتاب الرقاق، ج١١،ص٢٣٠)

مطلب یہ ہے کہ جو کچھ آج انسان نے بونا ہے وہی کل کو اُسے کاٹنا ہے اگر وہ دنیا میں رہتے ہوئے نیکی کی فصل کاشت کرے گا تو آخرت میں جنت کے سر سبز مرغزاروں کی صورت میں اُسے پالے گا لیکن اگر وہ آج بدی کے کانٹے بیج رہا ہے تو پھر قیامت والے دن جہنم کے شعلے ہی اُس کا انتظار کررہے ہوں گے۔مگر انسان کا حال یہ ہے کہ وہ زندگی فرعون والی گزارنا چاہتا ہے اور انجام حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا چاہتا ہے جو کہ ناممکن ہے۔حضرت واصف علی واصفؒ کے بقول:

"فرعون والی زندگی کا انجام بھی فرعون والا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا انجام بھی موسیٰ علیہ السلام والا ہے۔" چنانچہ کامیاب لوگوں کی دوسری عادت "انجام پر نظر رکھنا" ہے۔

marfat.com

انجام پر نظر رکھنا

اس کا مطلب ہے کہ کسی بھی کام کو کرنے میں صرف یہ نہ دیکھا جائے کہ وقتی طور پر اُس میں کتنا مزا آ رہا ہے یا مشقت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ بالفاظ دیگر وقتی لذت و راحت یا کلفت و مشقت کو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا معیار اور پیمانہ نہ بنایا جائے۔ اس کی بجائے یہ دیکھا جائے کہ اُس کام کا آخری انجام کیا ہوگا؟ اگر کوئی کام اپنے انجام کے اعتبار سے پسندیدہ اور مستحسن ہے تو پھر اُسے لازماً کیا جائے خواہ وقتی طور پر اُس میں نقصان دکھائی دے رہا ہو یا اُس میں لذت اور راحت میسر نہ آ رہی ہو یا وہ طبیعت پر ناگوار ہی گزر رہا ہو لیکن اس کے برعکس اگر کسی کام کا آخری انجام ناخوشگوار، ناپسندیدہ اور غیر مستحسن ہے تو اُسے ترک کر دیا جائے اگرچہ عارضی طور پر اُس میں فوری لذت، ذائقہ اور راحت و مسرت محسوس ہو رہی ہو یا بظاہر نفع دکھائی دے رہا ہو۔ اصل دیکھنے والی چیز کسی بھی کام کا آخری نتیجہ ہے کیونکہ

انما العبرة بالخواتیم ” اعتبار ہمیشہ خاتمے کا ہی ہوتا ہے۔“

قرآنِ مجید میں ایک جگہ پر اہلِ ایمان کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ. (الحشر: ۱۸)

” اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کل کے لیے کیا بھیج رہی ہے۔“

اسلام دنیا کی ساری زندگی کو ایک دن قرار دیتا ہے اور یہ تلقین کرتا ہے کہ اس ایک دن کے ایک ایک لمحے کو اس طرح گزارا جائے کہ وہ آنے والے کل (یعنی قیامت والے دن) کے لیے خوشگوار نتائج و ثمرات جمع کر رہا ہو۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص نے سوال کیا کہ

من اکیس الناس و احزم الناس.

”لوگوں میں سے سب سے زیادہ عقلمند اور دوراندیش کون ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا:

اکثرھم للموت ذکراً واکثرھم لہ استعداداً اُولٰیک الاکیاس ذھبوا بشرف الدنیا وکرامة الاخرہ. (مجمع الزوائد، باب مانھی عن قتلہ من النساء، ج۵، ص۳۱۷)

”جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرتا ہے اور سب سے زیادہ اُس کے لئے تیاری کرنے والا ہے یہی لوگ سب سے زیادہ عقلمند ہیں۔ یہ لوگ دنیا و آخرت دونوں کی عزت و تکریم پا گئے۔“

کامیاب لوگوں کی خصوصی عادات میں سے عادت نمبر 2 ”انجام پر نظر رکھنا“ کا تقاضا ہے کہ سفرِ زیست کے ہر مرحلے میں انسان کے سامنے اپنی منزل کا واضح تصور موجود ہو کہ وہ اس وقت کہاں کھڑا ہے اور اُسے بالآخر کہاں پہنچنا ہے تاکہ وہ صحیح سمت کا تعین کر کے آگے بڑھ سکے۔ اس طرح اُس کا ہر اُٹھنے والا اگلا قدم اُسے منزل کے قریب سے قریب تر کرتا چلا جائے گا۔ بصورتِ دیگر یہ عین ممکن ہے کہ انسان روزمرہ زندگی کے کاموں اور مصروفیات میں اُلجھ کر رہ جائے اور اپنی دانست میں کامیابی کی سیڑھی پر بڑی محنت سے زینہ بہ زینہ بڑھتا چلا جائے لیکن آخر میں اُسے پتہ چلے کہ سیڑھی غلط دیوار کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ اس صورت اس کا سارا سفر بیکار اور رائیگاں چلا جائے گا اور سوائے مایوسی اور پچھتاوے کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

معمولاتِ زندگی میں اعتدال و توازن

بہت سارے لوگوں کا یہ المیہ ہے کہ وہ زندگی کے کسی ایک شعبے مثلاً ڈاکٹر، ماہرِ تعلیم، ایکٹر، سیاست

marfat.com

دان، کھلاڑی وغیرہ بننے اور اس میں مزید مہارت حاصل کرنے نیز اس کے ذریعے زیادہ سے زیادہ دولت اور شہرت کے حصول کی کوشش میں زندگی کا بیشتر حصہ گزار دیتے ہیں اور آخر میں اُنہیں پتہ چلتا ہے کہ ان کی اس تمام جدوجہد نے انہیں ان چیزوں کی طرف سے اندھا کردیا تھا جو زندگی میں دراصل کہیں زیادہ اہم تھیں اور اب کہیں کھو چکی ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی حاصل کردہ کامیابیوں کو اندر سے خالی پاتے ہیں اور اُنہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ تمام کامیابیاں اُن چیزوں سے کہیں چھوٹی ہیں جن کی قیمت پر انہیں حاصل کیا گیا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان اپنے پسندیدہ شعبے میں کامیابی اور مہارت حاصل کرنے کے لیے بہت زیادہ جدوجہد نہ کرے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ انسان زندگی کے کسی ایک گوشے کی طرف اتنا زیادہ نہ جھک جائے کہ دوسرے بہت سارے اہم گوشے نظر انداز ہو جائیں۔ بالفاظ دیگر وہ زندگی کو ایک کُل کے طور پر لے نہ کہ کسی ایک جز کو کُل سمجھ کر اُس کے پیچھے ہی چلتا جائے۔ زندگی کے تقاضوں میں توازن رکھنا ہی اصل دانشمندی ہے۔

درست سمت اور ترجیحات کا تعین

بامقصد زندگی اسی وقت ممکن ہے اگر ہمیں یہ شعور نصیب ہوجائے کہ ہمارے لیے کیا زیادہ اہم ہے۔ پس اس آگہی کے ساتھ ہم اپنے ہر دن کو گزاریں۔ ہم ویسے ہی رہیں جیسے ہمیں رہنا چاہیے اور وہی کریں کہ جو ہمارے لیے زیادہ اہم ہے۔ اگر سیڑھی صحیح دیوار کے ساتھ نہیں کھڑی تو پھر ہمارا ہر اگلا قدم ہمیں غلط منزل کی طرف ہی بڑھائے گا یا ہم نے غلطی سے بلا سوچے سمجھے اپنی منزل کے 180 ڈگری زاویے کی سمت چلنا شروع کر دیا تو ہمارا ہر اگلا قدم ہمیں منزل کے قریب کرنے کی بجائے دور لے جانے کا باعث بنے گا۔ چاہے ہم نے کتنی ہی کوشش اور کاوش کیوں نہ کی ہو۔ لہٰذا صرف ہمارا چلنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ سمت کا درست ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ یہ تمام اُسی وقت ممکن ہے جب ہم انجام پر نظر رکھیں اور چلنے سے پہلے منزل کا تعین کریں اور پھر اُس کے مطابق صحیح راستے کا انتخاب کریں۔ اسی صورت میں ہم کامیابی کی منزل سے ہمکنار ہوسکتے ہیں۔

زندگی کی کسوٹی۔۔۔آخرت

کامیاب لوگوں کی اس دوسری خصوصی عادت کا زندگی کے مختلف حالات اور منازل پر اطلاق ہوتا ہے لیکن ''انجام پر نظر رکھنا'' کا بنیادی اور بہترین استعمال یہ ہے کہ ہمارے سامنے زندگی کا اخیر رہے اور اسی معیار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم زندگی کی ہر چیز کو پرکھیں۔ زندگی کے ہر پہلو میں ہماری جملہ حرکات وسکنات اور روّیہ جات کی پرکھ تمام تر زندگی کے حوالے سے ہونی چاہیے۔ اسی صورت میں ہم اس بات کو یقینی بنا سکتے ہیں کہ زندگی کے ہر دن میں ہم جو کچھ بھی کریں گے وہ زندگی کو بامعنی بنانے کے ساتھ ساتھ اُس کے معیار کو اعلیٰ سے اعلیٰ بناتا چلا جائے گا اور زندگی کے دامن کو حقیقی خوشیوں، مسرتوں اور راحتوں سے بھرتا چلا جائے گا۔

ایسا چلن چلو کہ دنیا مثال دے

مصنف کتاب (سٹیفن آرکووے) نے اس تصور کو واضح کرنے کے لیے قارئین کو ایک خوبصورت تجربے سے گزرنے کے لئے کہا ہے۔ قارئین سے کہا گیا ہے کہ

''وہ تصور کریں کہ اُن کے مرنے کے بعد اُن کی یاد میں ایک تعزیتی جلسہ کا انعقاد کیا گیا ہے۔ جس میں سامعین کی بہت بڑی تعداد ہے۔ مقررین کی تعداد چار

marfat.com

ہے۔ جن میں سے ایک مرنے والے کا قریبی عزیز مثلاً بھائی یا بیٹا ہے۔ دوسرا اُس کا کوئی قریبی دوست ہے۔ تیسرا اُس کے شعبے کا قریب ترین ساتھی ہے اور چوتھا اُس رفاہی ادارے کا کوئی اہم رکن ہے جس کو وہ چندہ وغیرہ دیتا رہا ہے۔ اب متوفی سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ مقررین سے اپنے بارے میں کس قسم کے خیالات سننا چاہتا ہے''؟

مصنف کہنا یہ چاہتا ہے کہ جو کچھ ہم دنیا والوں سے چاہتے ہیں کہ ہمارے مرنے کے بعد وہ ہمیں ان الفاظ میں یاد رکھیں تو وہی کچھ آج ہم بننا شروع کر دیں اور اُسی رویے اور برتاؤ کو اپنا لیں۔ اسی صورت میں ہماری یہ خواہش پوری ہو سکتی ہے، کیونکہ ہمارا ہر طرزِ عمل ہمارے اردگرد کے لوگوں کی آنکھوں اور کانوں سے گزر کر اُن کے دل و دماغ میں ہماری تصویر بناتا چلا جاتا ہے۔ اب یہ ناممکن ہے کہ دوسروں کے ساتھ ہمارا رویہ ناپسندیدہ اور نامعقول ہو اور لوگ ہماری غیر موجودگی میں بھی ہمارے متعلق اچھے خیالات کا اظہار کر سکیں۔

اسی طرح ہم اپنی اولادوں کو ذہین و فطین، مؤدب اور دیگر اچھی صفات سے آراستہ و پیراستہ دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ہمیں اپنی ذمہ داری کا بھرپور احساس کرتے ہوئے اُنہیں وہ ماحول فراہم کرنا ہوگا اور اُن کی تربیت کے تقاضوں کو پورا کرنا ہوگا تاکہ اُن میں ہماری مطلوبہ صفات پیدا ہوسکیں۔ اگر ہم اس حوالے سے لاپرواہی کرتے ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرتے تو پھر اس بات کا قوی امکان ہے کہ اولاد کے حوالے سے ہماری خواہشات کا آئینہ چکنا چور ہوجائے اور اس کے برعکس اُن کے کردار میں وہ ناپسندیدہ اوصاف پیدا ہوجائیں جن سے ہم اُن کو بچانا چاہتے تھے۔

اعمال و نتائج باہم لازم و ملزوم

ہمیں اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ اعمال اور اُن کے نتائج اسی طرح لازم و ملزوم ہیں جس طرح سورج کے ساتھ حرارت اور روشنی لازم و ملزوم ہیں۔ ہم اعمال کے ارتکاب میں تو آزاد ہیں لیکن اُن کے نتائج سے بچنے میں آزاد نہیں ہیں۔ جس طرح کے اعمال کریں گے اُسی طرح کے نتائج بھی ہمیں بھگتنا پڑیں گے۔ بالفاظِ دیگر جو کچھ بوئیں گے وہی کاٹنا بھی پڑے گا۔

مثلاً ہماری مرضی ہے کہ ہم ایک بلڈنگ کی دسویں منزل سے چھلانگ لگا دیں یا چلتی ہوئی ٹرین کے آگے کود جائیں یا جلتی ہوئی آگ میں ہاتھ ڈال دیں مگر ہر صورتِ حال میں اُس سے وابستہ جو نتائج ہیں اُن کا سامنا ہمیں کرنا ہی ہوگا۔

جب اعمال اور اُن کے اثرات اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں تو پھر ہمیں جان لینا چاہیے کہ اچھے نتائج کے حصول کے لیے ہمیں لازماً اچھے کام بھی کرنا پڑیں گے اور بُرے نتائج سے بچنے کے لیے ہمیں لازماً بُرے کاموں سے بچنا پڑے گا۔ لہٰذا اس اُصول کی روشنی میں ہمیں دقتِ نظر سے خوب غور و فکر کے ساتھ اس بات کا تعین کرنا ہوگا کہ ہم زندگی سے کیا نتائج حاصل کرنا چاہتے ہیں، کیا بننا چاہتے ہیں اور کیا کرنا چاہتے ہیں۔ نیز زندگی کو کس انجام تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ بعد ازاں اس تعین کے مطابق ایک لائحہ عمل تشکیل دینا ہوگا اور ثابت قدمی اور استقامت سے اُس پر چلنا ہوگا۔ بالفاظِ دیگر زندگی کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرنے کے لیے زندگی کا نصب العین متعین کرنا اور اُس کے لیے ایک نقشہ بنانا ضروری ہے۔

بے مقصدیت کے نقصانات

اگر زندگی میں عمل کی راہوں کو متعین نہ کیا اور نتائج سے بے نیاز ہوکر زندگی کو ترجیحات کے بغیر ہی گزارتے چلے گئے تو مندرجہ ذیل دو نقصانات ہو سکتے ہیں:

۱۔ زندگی بے کار، غیر ضروری، ادنیٰ اور پست ترین کاموں میں گزر جائے گی، کیونکہ ہمارے دل و دماغ میں ہر وقت خواہشات، تمناؤں، آرزوؤں، خواہشوں، چاہتوں، حسرتوں اور ارمانوں کا ایک لا متناہی سلسلہ جاری ہے۔ بقول غالب۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے

انسان کے من میں پیدا ہونے والی ساری خواہشات نہ تو اچھی ہوتی ہیں اور نہ ہی ہر خواہش کی تکمیل کی جا سکتی ہے۔اب اگر انسان کے سامنے زندگی کا کوئی واضح تصور نہیں ہوگا تو وہ خواہشات کی ان تتلیوں کے پیچھے اندھا دھند بھاگنا شروع کردے گا اور نتیجۃً زندگی کو فضول، لغو اور بے کار کاموں میں گزارتے ہوئے ضائع کر دے گا۔اپنے آپ کو انسانیت کے بلند ترین مقام سے نیچے گرا کر حیوانیت کی سطح پر لے آئے گا اور اُن کمالات کو پانے سے محروم رہ جائے گا جن کو پانے کی صلاحیت اور استعداد اللہ تعالیٰ نے اُس کے اندر رکھی ہوئی تھی۔

۲۔ دوسرا نقصان یہ ہوسکتا ہے کہ زندگی ماحول اور معاشرے کے بنائے ہوئے سانچوں میں ڈھل جائے۔ ہر انسان جس ماحول میں رہ رہا ہوتا ہے اُس میں بے شمار اچھی، بُری رسمیں اور رواج کارفرما ہوتے ہیں۔ بہت سی حدود وقیود اور خود ساختہ ضابطے بنے ہوتے ہیں۔ معاشرے کا دباؤ ہر شخص کو مجبور کرتا ہے کہ وہ انہی ضابطوں میں ڈھلتا چلا جائے اور معاشرہ جس رو میں بہہ رہا ہے اُسی میں ہر فرد بہنے لگے۔لیکن یہ بات شرفِ انسانیت کے منافی ہے اور عظمت کے معیارات پر بھی پوری نہیں اُترتی۔

قرآن وحدیث ایک فرد کو اس طرح کی اندھی تقلید سے منع کرتے ہیں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنۡ تُطِعۡ اَکۡثَرَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ یُضِلُّوۡکَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ. (الانعام: ۱۱۶)

’’اور اگر تو نے زمین میں رہنے والے اکثر لوگوں کی پیروی کی تو یہ تجھے گمراہ کردیں گے۔‘‘

دوسرے مقام پر اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا

اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ ’’وہ نہیں پیروی کرتے ہیں مگر اپنے گمان کی۔‘‘

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ.

’’اور ایسے شخص کی پیروی مت کر جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا ہے اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔‘‘ (الکہف:۲۸)

اسی سلسلے میں حضور ﷺ نے فرمایا

لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق.

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج۶، رقم:۳۳۷۱۷)

’’خالق کی ناراضگی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔‘‘

حضرت واصف علی واصفؒ کے بقول

’’دنیا کے عظیم راہنما وقت کے دیے ہوئے معیار سے بہت بلند ہوتے ہیں۔‘‘

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

’’سوچنے والوں کی دنیا، دنیاوالوں سے الگ ہوتی ہے۔‘‘

چنانچہ ماحول اور معاشرہ ہر کسی کو اپنے رنگ میں رنگنا اور اپنی ڈگر پر چلانا چاہتا ہے۔صرف وہی شخص اس کے اثرات سے بچ سکتا ہے جس نے انجام پر نظر رکھی اور اس تصور کو اپنے من میں اُتارتے ہوئے خوب غوروفکر سے زندگی کے مقاصد کو متعین کر لیا ہو اور اُس کے لیے ایک واضح لائحہ عمل تشکیل دے لیا ہو۔ نیز جو اپنی جملہ حرکات وسکنات اور اعمال و افعال میں انجام کو ذہن میں

marfat.com

رکھ کر شروع کرنے کی عادت اپنا چکا ہو، اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ وہ ہر معاملے میں زمانے کی روش کے خلاف چلے گا۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ مروجہ رسوم و رواج کا دقتِ نظر اور باریک بینی سے جائزہ لے گا اور جو کچھ حق و صداقت اُن میں دکھائی دے گا جو قرآن و حدیث کے دیئے ہوئے معیارات کے مطابق ہو اور زندگی کے حقیقی مقاصد سے ہم آہنگ ہو تو اُس کو اختیار کر لے گا اور جو اس معیار پر پورا نہیں اُترے گا اُس کو چھوڑ دے گا۔

تخلیق کے دو پہلو

کامیاب لوگوں کی خصوصی عادات میں دوسری عادت "انجام پر نظر رکھنا" کی بنیاد اس اُصول پر ہے کہ تمام چیزیں دو بار تخلیق کی جاتی ہیں:

۱۔ ہر چیز پہلے ذہنی سطح پر معرض وجود میں آتی ہے۔

۲۔ بعد ازاں طبعی سطح پر وجود میں آتی ہے۔

گویا کسی بھی چیز کا وجود پہلے ہمارے تخیل میں تشکیل پاتا ہے اور اُس کے بعد ہی وہ چیز عملی سطح پر وجود پذیر ہوتی ہے۔ اس قانون کی مثالیں جابجا دیکھی جاسکتی ہیں۔ مثلاً

☆ جب ہم ایک گھر تعمیر کرنا چاہتے ہیں تو تعمیر کا آغاز کرنے سے پہلے اُس کا ایک مکمل نقشہ ہمارے ذہن میں بن چکا ہوتا ہے بلکہ اکثر و بیشتر صورتوں میں اُسے کاغذ پر بھی منتقل کیا جا چکا ہوتا ہے اور پھر ہی اُس کی تعمیر کے مرحلے کا آغاز ہوتا ہے۔

☆ اسی طرح کسی بھی سفر پر روانہ ہونے سے پہلے ہمارے ذہن میں منزل کا ایک واضح نقشہ موجود ہوتا ہے کہ ہمیں کہاں پہنچنا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اُس منزل تک پہنچنے کے تمام مراحل بھی پہلے تخیل یا ذہن کی سطح پر ہی ترتیب پاتے ہیں اور پھر ہی سفر کا آغاز ہوتا ہے۔

☆ یونہی کسی تحریر کو لکھنے سے پہلے موضوع یا عنوان کا تعین اور اُس کے خدوخال تخیل کی سطح پر نمودار ہوتے ہیں اور پھر وہ تحریر کا لبادہ پہنتے چلے جاتے ہیں۔

دنیا کے اندر آج تک جتنی بھی ایجادات اور ترقیاں ہوئی ہیں۔ بغیر کسی استثنیٰ کے اُن سب کا پہلا نقشہ موجدوں کے ذہن میں بنا اور پھر دوسرے درجے میں جا کر عملی شکل میں معرض وجود میں آئیں۔

ذہنی منصوبہ بندی کی اہمیت

سطورِ بالا سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا میں کسی بھی کام کو خوش اُسلوبی سے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے پہلے ذہنی منصوبہ بندی ہوتی ہے اور پھر اُس پر عمل کا آغاز ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی حقیقت ہے کہ جتنی اچھی منصوبہ بندی ہوگی اُتنا ہی بہتر طریقے سے وہ کام سرانجام پائے گا۔

ترکھانوں کے ہاں ایک اصول رائج ہے کہ "دو مرتبہ ناپو اور ایک مرتبہ کاٹو" اس کا مطلب یہی ہے کہ کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے اچھی طرح سوچ بچار سے لائحہ عمل بنا لیا جائے تاکہ بے خبری میں غلط قدم اُٹھا کر بجائے فائدہ کے اُلٹا نقصان نہ کر لیا جائے۔

اس طرح فوجیوں کو ایک اصول سکھایا جاتا ہے "Maintenance of Aim" (ہدف کو برقرار رکھنا) یعنی چلتے ہوئے ہر قدم پر منزل کا واضح تصور ذہن میں رکھنا تاکہ بے دھیانی میں قدم غلط سمت میں نہ اٹھنے لگیں اور انسان منزل کے قریب ہونے کی بجائے مزید دور نہ ہوتا جائے۔ حضور علیہ السلام نے قبیلہ عبدالقیس کے سربراہ سے فرمایا!

إن فيک لخصلتين يحبهما الله الحلم والاناة

(صحیح مسلم، باب الامر بالایمان، ج۱، ص۴۸، رقم۱۸)

" تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں ایک حلم (غصہ سے مغلوب نہ ہونا)

اور دوسرے جلدی نہ کرنا (بلکہ ہر کام کو سوچ سمجھ کر وقار اور شائستگی سے سرانجام دینا)''۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا!

السمت الحسن والتودۃ والاقتصاد جزء من اربع وعشرین جزء ا من نبوۃ.

(سنن ترمذی، باب ماجاء فی التانی والعجلۃ، رقم:۲۰۱۰)

''اچھی سیرت اور اطمینان و وقار سے اپنے کام سرانجام دینے کی عادت نبوت کے 24 حصوں میں سے ایک حصہ ہے''۔

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا:

الاناۃ من اللہ والعجلۃ من الشیطان.

(سنن ترمذی، باب ماجاء فی الرفق، رقم:۲۰۱۲)

''شائستگی اور متانت سے اپنے کاموں کو سرانجام دینا اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی کرنا شیطان کی طرف سے ہے''

مطلب یہ ہے کہ غور وفکر اور سوچ و بچار کے بعد سرانجام دیئے جانے والے کاموں میں دانشِ رحمانی شامل ہوتی ہے جبکہ اس کے برعکس جو کام بھی بلا سوچے سمجھے اور انجام پر غور کئے بغیر جلد بازی میں کئے جاتے ہیں اُن میں شیطانی عمل کی آمیزش شامل ہوجاتی ہے۔

عادت نمبر 1 اور 2 کا باہمی تعلق

ذیل میں کامیاب لوگوں کی پہلی دو عادات ''ذمہ داری قبول کرنا'' اور ''انجام پر نظر رکھنا'' کے مابین پائے جانے والے تعلق کو واضح کرتے ہیں۔

☆ عادت نمبر 1 نے بتایا کہ آپ اپنی گاڑی کے ڈرائیور ہیں نہ کہ مسافر۔۔۔ جب کہ عادت نمبر 2 کہتی ہے کہ فیصلہ کریں آپ نے کہاں جانا ہے اور اُس جگہ کا نقشہ کھینچیں۔

☆ عادت نمبر 1 نے بتایا کہ آپ تخلیق کار ہیں۔۔۔ عادت نمبر 2 کہتی ہے کہ اپنی پہلی تخلیق خود کریں۔

☆ عادت نمبر 1 نے بتایا کہ آپ پروگرامر ہیں۔۔۔ عادت نمبر 2 کا مطالبہ ہے کہ اپنا پروگرام خود بنائیں۔

ہمارا طرز عمل اور ذمہ داری کا تقاضا

یہاں عام لوگ یہ غلطی کرجاتے ہیں کہ روزمرہ کی زندگی کے عام معمولات میں وہ تخلیق کے پہلے گوشے یا پہلو (یعنی ذہنی تخلیق) کو بالعموم شعوری طور پر یا سوچ سمجھ کر نہیں کرتے اور بلا سوچے سمجھے جو بات ذہن میں آجائے اُس پر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہیں سے انسانی زندگی کی بیشتر محرومیوں اور گمراہیوں کا آغاز ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں انسان کی رائے کو ایک خاص شکل دینے میں اُس کے اردگرد کا ماحول، معاشرتی رسوم و رواج، دوست احباب، والدین کی تربیت اور سکول و کالج کی تعلیم وغیرہ جیسے عوامل بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ نتیجتاً انسانی شخصیت ایک خاص سانچے میں ڈھلتی جاتی ہے۔ انسان دوسروں کے لکھے ہوئے سکرپٹ پر اداکاری کرتے ہوئے ہی اپنی قیمتی اور انمول زندگی کو ضائع کرتا چلا جاتا ہے اور اپنے مخصوص جوہر کو دریافت کرنے اور اُسے بروئے کار لانے نیز اپنے اُس کردار کو بھرپور طریقے سے سرانجام دینے میں ناکام رہتا ہے جو دنیا کی اس سٹیج پر قدرت کی طرف سے اُس کے لیے ودیعت کیا گیا تھا۔

ہمیں جان لینا چاہیے کہ زندگی جیسی گرانقدر دولت صرف اور صرف ایک بار ملتی ہے۔ پھر موت زندگی کا اختتام نہیں ہے بلکہ حیات جاودانی کا دیباچہ ہے جس کے اچھے یا بُرے ہونے کا دارومدار مکمل طور پر اس بات پر ہے کہ ہم نے اس چند روزہ زندگی کو کیسے گذارا۔ لہذا صورت حال کی حساسیت (Sensitivity) اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم شاہراہ حیات پر آنکھیں کھول کر چلیں اور پھونک پھونک کر قدم رکھیں۔ اس مقصد کے لیے بہت

marfat.com

ضروری ہے کہ ہم قرآن و حدیث کی تعلیمات سے راہنمائی لیتے ہوئے، اپنے حالات اور ماحول کے تقاضوں اور مجبوریوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نیز اپنے ذوق، رجحان و مزاج اور اپنی منفرد خصوصیات کی گہری معرفت حاصل کرتے ہوئے خوب غور و فکر کر کے زندگی کا ایک لائحہ عمل ترتیب دیں۔ زندگی گذارنے کے کچھ راہنما اصول اور ضابطے مقرر کریں۔ جن کی بنیاد ابدی سچائیوں پر ہو اور جو فطرت کے اُصولوں سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہوں۔ پھر اُن اصولوں کو دل و دماغ میں نقش کر لیں اور زندگی کے ہر دن کے ہر لمحے میں اپنی جملہ حرکات و سکنات، تمام فیصلہ جات اور عملی اقدامات میں اُن کو حتی الوسع ملحوظ خاطر رکھیں۔

یہ گویا ہمارے لیے زندگی کا آئین ہوگا جس کی روشنی میں ہم زندگی کے معاملات کو بہتر انداز سے چلانے کے قابل ہو جائیں گے اور ادھر اُدھر بھٹکنے سے بچ جائیں گے۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک مہذب ملک کو چلانے کے لیے ایک آئین ضروری ہوتا ہے اور اُس کے تمام معاملات اُسی کی روشنی میں طے کیے جاتے ہیں۔ اس آئین کی موجودگی میں ایک طرف تو ہم اپنے اندر اُٹھنے والی ناجائز خواہشات کے منہ زور ریلے میں بے بس تنکوں کی مانند بہنے سے بچ جائیں گے اور دوسری طرف ماحول اور معاشرے کے لکھے ہوئے سکرپٹ پر اداکاری کرنے سے بچ جائیں گے۔ ہمارا ہر قدم ہمارے طے شدہ اُصولوں اور اعلیٰ اقدار کا ترجمان ہوگا۔ نتیجتاً زندگی کا معیار بہتر سے بہتر ہوتا چلا جائے گا اور زندگی کا دامن سچی خوشیوں، دائمی مسرتوں اور ابدی راحتوں سے بھرتا چلا جائے گا۔ نہ صرف یہ کہ ہماری دنیوی زندگی خوشگوار ہوتی چلی جائے گی بلکہ اس زندگی کے اختتام پر جو ابدی زندگی آنے والی ہے اُس میں بھی ہم کامیاب اور سرخرو ہوسکیں گے۔ یہی کامیاب لوگوں کی خصوصی عادت ''انجام پر نظر رکھنے'' کا منتہائے مقصود ہے۔ ❁❁❁❁❁

شہر اعتکاف 2011ء

تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام ''شہر اعتکاف'' کا انعقاد تحریک کی پہچان ہے اور حرمین شریفین کے بعد دنیا کا سب سے بڑا اعتکاف کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ پچھلے سال سیلاب کی وجہ سے اعتکاف کا انعقاد نہ ہوسکا اور اس سے پچھلے سال کم جگہ کی دستیابی کی وجہ سے اعتکاف کو محدود کرنا پڑا۔ اس سال چونکہ الحمدللہ تمام انتظامات مکمل کر لئے گئے ہیں۔ لہذا گذشتہ سالوں کی نسبت کئی زیادہ معتکفین کے لئے اعتکاف گاہ میں گنجائش موجود ہوگی۔ جملہ تنظیمات، رفقاء اور کارکنان اعتکاف کو کامیاب بنانے کے لئے بھرپور محنت کریں۔

ایڈوانس بکنگ: 15 جولائی سے 15 اگست 2011ء رجسٹریشن فیس: 1200 روپے

بکنگ پہلے آیئے پہلے پایئے کی بنیاد پر ہوگی۔ اعتکاف گاہ میں گنجائش کے مطابق ہی بکنگ کی جائے گی۔ اس کے بعد بکنگ بند کردی جائے گی۔

رابطہ: محمد جواد حامد (ناظم اجتماعات و مہمات) تحریک منہاج القرآن

0313-333-4244365, 042-35163843, 042-111-140-140

تہذیبی استحکام میں آبادی کا کردار اور ہماری ذمہ داریاں

عبدالستار منہاجین

کسی خطے کے تہذیبی و ثقافتی اِستحکام میں آبادی کو مرکزی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ کسی کلچر کو 20 سے 25 سال تک برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس معاشرے میں شرح پیدائش کم از کم 2.11 بچے فی گھرانہ ہو۔ اس سے کم شرح پیدائش کی صورت میں اس معاشرہ کا کلچر برقرار نہیں رہ سکتا۔ اگر کسی ملک کی شرح پیدائش 1.9 تک رہ جائے تو بالعموم وہ 2.11 پر واپس نہیں آتی۔ اور اگر کسی معاشرے کی شرح پیدائش کم ہوتے ہوتے 1.3 تک جا پہنچے تو اس کے کلچر کی بحالی صرف مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہو جاتی ہے، کیونکہ اسے اپنی شرح پیدائش کو بہتر بناتے ہوئے 2.11 تک واپس آنے کے لئے کم از کم 80 سے 100 سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے، اور ایسا کوئی اکنامک ماڈل دستیاب نہیں جس کی رو سے اتنا عرصہ تک وہ خود کو برقرار رکھ سکے۔ اسی طرح اس معاشرے پر غالب آ جانے والے دوسرے عناصر بھی اسے کبھی یہ موقع فراہم نہیں کرتے کہ وہ خود کو برقرار رکھ سکے۔

اسے یوں سمجھئے کہ اگر پچھلی نسل کے دو جوڑوں (یعنی 4 افراد) کے ہاں ایک ایک بچہ پیدا ہوا، اور موجودہ نسل میں بھی ان کے دونوں بچوں کے ہاں ایک ہی بچہ پیدا ہو تو اگلی نسل کے جوان ہونے تک ان کی آبادی میں 4 گنا کمی ہو جائے گی۔ گویا اگر سال 2000ء میں کسی شہر کی آبادی ایک لاکھ نفوس پر مشتمل تھی تو وہ سال 2020ء تک کم ہو کر نصف یعنی 50 ہزار رہ جائے گی اور یونہی سال 2040ء تک مزید کم ہو کر صرف 25 ہزار رہ جائے گی، اور جمہوری معاشرہ ہونے کے ناتے قانون ساز و پالیسی ساز اداروں میں ان کا اثر و رسوخ رفتہ رفتہ ختم ہوتا چلا جائے گا۔

کسی بھی خطے کا کلچر وہاں کی آبادی کا مرہونِ منت ہوتا ہے اور جب کسی خطے کی آبادی کم ہوتی ہے تو اُس کا کلچر بھی سکڑنے لگتا ہے۔ 40 سال میں ایک لاکھ کی آبادی میں واقع ہونے والی اس 75 ہزار افراد کی کمی کو پورا کرنے کے لئے آس پاس کے شہروں کے لوگ وہاں آن بسیں گے اور اگر کسی پورے ملک میں آبادی کا یہی تناسب ہو تو دوسرے ممالک کے لوگ اس طرف کا رخ کرنے لگیں گے اور رفتہ رفتہ نئے آنے والوں کا کلچر مقامی کلچر پر حاوی ہوتا چلا جائے گا۔ یہی سب کچھ یورپ بھر میں بڑی تیز رفتاری کے ساتھ ہو رہا ہے۔ آیئے چند ممالک کی مقامی آبادی اور امیگریشن کے ذریعے وہاں آباد تعداد کا موازنہ کرتے ہیں اور پھر اس تناظر میں ان ممالک میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر خود پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

marfat.com

یورپ میں شرح پیدائش

سال 2007ء کے اعداد وشمار کے مطابق یورپ کے مختلف ممالک میں مقامی آبادی کی شرح پیدائش میں خاصی کمی واقع ہو چکی ہے، حتیٰ کہ یورپی یونین کے 31 ممالک میں مجموعی طور پر شرح پیدائش 1.38 بچے فی گھرانہ تک کم ہو چکی ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے حاصل ہونے والی تحقیق ہمیں یہ بتاتی ہے کہ اتنی کم شرح پیدائش کو کسی صورت بہتر نہیں بنایا جا سکتا۔ مطلب یہ ہوا کہ اس صدی کے وسط تک یورپ مقامی آبادی کے سہارے خود کو برقرار نہیں رکھ سکے گا اور اسے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اضافی طور پر مستعار آبادی کی ضرورت پڑے گی، جس کا حل امیگریشن ہے۔

اس قدر کم شرح پیدائش کے باوجود یورپ کی آبادی میں اضافہ جاری ہے، جس کا سبب امیگریشن ہے۔ سال 1990ء سے اب تک جو لوگ دوسرے ممالک سے آکر یورپ میں آباد ہو رہے ہیں ان کی بڑی اکثریت مسلمان ہے۔ گویا امیگریشن کے ذریعے مسلمان اس ملٹی کلچرل سوسائٹی میں شامل ہو رہے ہیں۔ ان ممالک میں جا کر رہنا اتنا مشکل نہیں جتنا ذمہ داریوں کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے، ان ممالک کے اصول و قوانین کی پیروی کرتے ہوئے ایک مثبت شہری کا کردار ادا کرنا ہے۔ اگر ہم ان ممالک میں رہائش اختیار کر رہے ہیں تو ہمیں وہاں اپنے طرز عمل اور کردار سے اسلام کی تعلیماتِ امن کا پیکر بننا ہوگا تا کہ اس اجتماعی معاشرے میں رہتے ہوئے اپنی تہذیب کو بھی استحکام دے سکیں، اپنی شناخت کو بھی برقرار رکھ سکیں اور ملٹی کلچرل سوسائٹی اور Integration کے ماحول کے تقاضوں کو بھی کماحقہ پورا کر سکیں۔

فرانس

یورپی یونین میں شامل ممالک میں سے فرانس میں مسلمانوں کی آبادی سب سے زیادہ ہے، جو 10 فیصد ہو چکی ہے۔(حوالہ نمبر 1) فرانس میں مسلمانوں کی آبادی میں سالانہ 10 لاکھ افراد کا اضافہ ہو رہا ہے، جو سال 2025ء تک 4 کروڑ تک جا پہنچے گی۔ یہاں مسجدوں کی تعداد 1,500 سے متجاوز ہے، حالانکہ فرانس گرجا گھروں کی کثرت کے حوالے سے دنیا میں شہرت رکھتا ہے(حوالہ نمبر 2)

فرانس کی مقامی شرح پیدائش 1.8 ہے جبکہ اس کے مقابلے میں وہاں مقیم مسلم آبادی میں امیگریشن، افزائش نسل اور قبولیت اسلام کی بدولت ہونے والا اضافہ 8.1 ہے۔ یورپ میں سب سے زیادہ شرح پیدائش رکھنے والا ملک ہونے کے باوجود یہاں 20 سال سے کم عمر افراد کی 30 فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔

برطانیہ

سال 1978ء سے سال 2010ء تک (32 سالوں میں) برطانیہ کی مسلم آبادی 82 ہزار سے بڑھ کر 25 لاکھ ہو چکی ہے، گویا اس میں 30 گنا سے زیادہ ریکارڈ اضافہ ہو چکا ہے۔ اور سال 2015ء تک یہ مزید دوگنا (یعنی 48 لاکھ) ہو جائے گی۔(حوالہ نمبر 3) اس وقت برطانیہ میں ایک ہزار سے زیادہ مساجد ہیں،(حوالہ نمبر 4) برطانیہ کے جریدے ٹائمز آن لائن کی آفیشل ریسرچ کے مطابق برطانیہ میں مقیم مسلمانوں کی آبادی سال 2004ء میں 18 لاکھ تھی اور وہ صرف 4 سال کے مختصر عرصے میں (سال 2008ء تک) بڑھ کر 24 لاکھ ہو چکی تھی۔ برطانیہ میں مسلمانوں کی آبادی میں دیگر قوموں کی نسبت 10 گنا تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ماہرین کی رائے میں

1. www.pupr.edu/hkettani/papers/HICAH2010.pdf
2. www.catholicnewsagency.com/news/muslim_boom_in_france_more_mosques_fewer_churches/
3. www.dailymail.co.uk/debate/columnists/article-1212368
4. www.bbc.co.uk/urdu/regional/story/2005/07/050704_muslimmasajid_sh.shtml

marfat.com

امیگریشن، بلند شرح پیدائش اور مقامی آبادی کا قبول اسلام اس کے بنیادی اسباب ہیں۔(حوالہ نمبر1)

سال 2002ء میں ہونے والی مردم شماری کے مطابق برمنگھم کے گرین ہال حلقے میں مسلم ووٹرز کا تناسب 48 فیصد ہو چکا تھا۔(حوالہ نمبر2)

جرمنی

جرمنی کی شرح پیدائش یورپ بھر میں سب سے کم یعنی صرف 1.36 بچے فی گھرانہ ہے۔ حکومتی سطح پر زیادہ مراعات کے اعلان کے باوجود یہ شرح مزید گر رہی ہے، سال 2050ء تک اس کی آبادی میں 15 فیصد کمی آئے گی، یعنی 8 کروڑ 24 لاکھ کی موجودہ آبادی میں سے ایک کروڑ 20 لاکھ نفوس کم ہو جائیں گے۔ فیڈرل سٹیٹکس آفس جرمنی کے وائس پریذیڈنٹ Walter Rademacher نے سب سے پہلے سال 2006ء میں عوامی سطح پر یہ راز آشکار کیا کہ جرمنی کی مقامی آبادی کی شرح پیدائش میں کمی کو روکنا ممکن نہیں۔ یہاں یہ شرح اس حد تک گر چکی ہے کہ اسے کسی طرح بھی بحال نہیں کیا جا سکتا۔ جرمنی کی مقامی شرح پیدائش اس حد تک جا چکی ہے کہ امیگریشن کے ذریعے آنے والوں کی تعداد کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں۔(حوالہ نمبر3) تازہ تحقیق کے مطابق جرمنی میں مسلم آبادی 40 لاکھ سے متجاوز ہے، جو کل آبادی کا 5 فیصد ہے۔(حوالہ نمبر4)

چند یورپی ممالک کی آبادی، شرح پیدائش اور وہاں مقیم مسلمانوں کی تعداد کا سرسری جائزہ لینے کے بعد آیئے یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر ہم نے دوسرے مذاہب اور اقوام کے ساتھ مل کر رہنا ہے تو اس صورت میں ہمارا دین ہمیں کیا تعلیم دیتا ہے۔

گلوبلائزیشن اور مسلمانوں کا کردار

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہونے کے ناتے دور جدید کا مذہب ہے، جو روزمرہ کے اخلاقی ضابطوں سے لے کر ملکی اور بین الاقوامی سطح کے معاشی، معاشرتی اور سماجی ضابطوں کی مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ ترقی یافتہ اقوام اسلام کے بیشتر قوانین کو اپنے معاشروں میں عملاً نافذ کر چکی ہیں۔ چند اخلاقی قباحتوں کو چھوڑ کر یورپ کے بیشتر قوانین اسلامی ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے بجا طور پر فرمایا ہے کہ "مغرب میں نافذ زیادہ تر قوانین اسلامی ہیں"۔

اسلام کی ان حقیقی اور پرامن تعلیمات پر Religious Extremism اور Secular Extremism ہر دو طرف سے یلغار جاری ہے۔ Secular Extremism کی حامل قوتیں اسلام کو مغربی اقوام کے ذہن میں ایک دہشت گرد مذہب کے طور پر مسلسل ابھار رہی ہیں اور مسلمانوں کے بعض عاقبت نااندیش نادان دوست جہاد کے نام پر دہشتگردانہ کارروائیاں کرتے ہوئے اس مکروہ ایجنڈا کی تکمیل میں ان کی بھرپور مدد کر رہے ہیں۔

گلوبلائزیشن کی وجہ سے دوری اب دوری نہیں رہی، اقوام اور ممالک ایک دوسرے کے اس حد تک قریب آگئے ہیں کہ دنیا بھر میں تیزی سے ملٹی کلچرل سوسائٹی فروغ پا رہی ہے۔ اس Integration اور ملٹی کلچرل سوسائٹی کے ماحول میں اپنی شناخت کو برقرار رکھتے ہوئے مثبت کردار کرنا سب سے بڑا چیلنج ہے۔ دوسری اقوام اور مذاہب کے مقابلے میں ہمیں یہ Advantage حاصل ہے کہ اسلام ہی وہ دین ہے جو جدید دور کے سائنسی

1. www.timesonline.co.uk/tol/news/uk/article5621482.ece
2. www.bbc.co.uk/urdu/world/2010/05/100507_asian_women_results.shtml.
3. www.eutimes.net/2009/06/germanys-muslim-population-larger-than-thought/
4. www.lifesitenews.com/ldn/2006/nov/06110903.html

marfat.com

ضابطوں پر نہ صرف کماحقہ پورا اُترتا ہے بلکہ بے شمار مواقع پر اُلجھے ہوئے سائنسی فکر کی رہنمائی کرتا بھی دکھائی دیتا ہے۔ اگر مسلمانوں نے جملہ تقاضے پورے کئے تو یقیناً مسلمان اپنے عمل و کردار کی قوت سے پوری دنیا میں اسلام کی پرامن تعلیمات کے فروغ کا باعث ہوں گے۔ دنیا بھر میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی جہاں ایک طرف معاشرے میں اسلام کی روشن تعلیمات کے تعارف اور فروغ کا ذریعہ ہے وہاں دوسری طرف اسلامی تہذیب کے استحکام اور اپنی شناخت کو برقرار رکھتے ہوئے ملٹی کلچرل سوسائٹی اور Integration کے چیلنجز سے نبرد آزما ہونے کے لئے مثبت کردار ادا کرنے کی بھی متقاضی ہے۔

دورِ حاضر کے دہشت گرد اور ان کے پشت پناہ، دونوں یہ نہیں چاہتے کہ اسلام اس ملٹی کلچرل سوسائٹی اور Integration کے ماحول میں کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہوا ان تہذیبوں پر بھی اپنی پرامن تعلیمات کا رنگ غالب کرسکے۔ چنانچہ وہ اسلام کے خلاف زہر اگلنے کے لئے گاہے بگاہے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتے رہتے ہیں اور اس قبیح مقصد کے حصول کے لئے انٹرنیشنل میڈیا کو بطور ٹول استعمال کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اس دور کا سب سے زیادہ غلط سمجھا جانے والا مذہب (most misunderstood religion) بن چکا ہے۔

☆ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم محض یہ جان کر ہی خوش ہوتے رہیں کہ اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے اور آئے روز مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے؟

☆ کیا اس بڑھتی ہوئی تعداد پر ہی اپنی نظریں مرکوز رکھیں یا اس کے ساتھ ساتھ ذمہ داریوں کے چارٹ کو بھی دیکھیں؟

☆ کیا تعداد میں یہ اضافہ دیکھتے ہوئے ہم اس ملٹی کلچرل سوسائٹی میں اپنے نظریات کو دیگر اقوام و ملل پر زبردستی ٹھونسنے کی کوشش شروع کردیں گے؟

☆ کیا اسلام کی تعلیمات کا آئے روز فروغ ہم سے یہ چاہتا ہے کہ اس ملٹی کلچرل سوسائٹی اور Integration کے ماحول میں دوسری اقوام و مذاہب کی جملہ تعلیمات و اعمال کو ہی جذبات کی رو میں بہتے ہوئے من و عن تسلیم کرلیں خواہ وہ قرآن و سنت کی تعلیمات سے متصادم ہی کیوں نہ ہوں؟

ذیل میں ہم اپنے اوپر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

ہماری ذمہ داریاں

اسلامی تہذیب ہمیشہ سے فطرت کے اصولوں پر کاربند ہے اور اسلامی نظریہ کے مطابق اقدار اٹل ہیں اور وہ کبھی متغیر نہیں ہوتیں، یعنی اچھائی ہمیشہ اچھائی اور برائی ہمیشہ برائی رہتی ہے۔ ساری دنیا مل کر بھی کسی برائی کو اچھائی کہنے لگے تو وہ اچھائی نہیں بن سکتی۔ دوسری طرف دیگر اقوام اور معاشروں کی اَقدار ان کے کلچر پر منحصر ہوتی ہیں، یعنی جس عمل کو ان کا معاشرہ اچھا کہے وہی اچھا قرار پاتا ہے۔ کھرے و کھوٹے کی پہچان کے لئے قانونِ فطرت اور آفاقی سچائیاں ان کے نزدیک بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں۔

گلوبلائزیشن کے اس دور میں درج ذیل ذمہ داریاں اور تقاضے پورے کرنا ہمارا اولین فریضہ ہے تاکہ اسلامی تہذیب اور اپنی شناخت کے استحکام کے ساتھ ہم دیگر اقوام و ملل کے ساتھ مل کر رہنے کا جذبہ بھی اپنے اندر پیدا کرسکیں۔

1۔ شدت پسند طبقے کا نظریاتی سطح پر مقابلہ

مسلم نوجوانوں کو تنگ نظری، انتہاپسندی اور دہشت گردی کی آگ سے محفوظ رکھنے کے لئے اسلام کی امن و اعتدال پسندانہ تشریح ضروری ہے، جو نئی نسل کو اس طبقے کی شرانگیزی سے تحفظ فراہم کرسکے۔ علاوہ ازیں اشتعال انگیزی کا سبق دینے والے نام نہاد مسلمان

marfat.com

گروہوں (خوارج) سے بھی بچنے کی اشد ضرورت ہے، جو اسلام کو ایک دہشت گرد مذہب ثابت کرنے میں اسلام دشمنوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ (اس ضمن میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تصنیف ''دہشت گردی اور فتنہ خوارج'' کا مطالعہ ناگزیر ہے۔)

یہ اس لئے بھی ضروری ہے تاکہ مغربی دنیا کے پرامن عوام اسلام کی حقیقی تعلیمات سے آگاہ ہوں اور اسلام کے حوالے سے پھیلائی گئی افواہوں کو بے نقاب کیا جائے۔

2۔ کردار و عمل کے ذریعہ تبلیغ

مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنی اقدار اور اخلاق کو اچھے انداز میں قائم رکھتے ہوئے مغربی سوسائٹی میں integrate ہوں اور انہیں غیرمحسوس طریقے سے اپنے قریب لانے کی کوشش کریں۔ اسلام کو اپنے کردار و عمل کے ذریعے پرامن اور آج کے جدید سائنسی دور میں بھی قابل عمل دین ثابت کریں تاکہ مقامی آبادی کو اسلام کے خلاف پھیلائے گئے نفرت آمیز پروپیگنڈا کی حقیقت معلوم ہو اور اسلام کا حقیقی روپ نظر آسکے۔ یہی تبلیغ دین کا وہ طریقہ ہے جو دور حاضر میں مغربی ممالک میں قابل عمل ہے۔ (اس ضمن میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی دو تصانیف ''اسلام میں انسانی حقوق'' اور ''اسلام اور جدید سائنس'' کا مطالعہ ناگزیر ہے۔) اس نہج پر عمل کیا جائے تو تبلیغ دین کے لئے کسی لمبی چوڑی محنت کی بھی ضرورت نہیں۔

واضح رہے کہ دنیا کے سب سے بڑے اسلامی ملک انڈونیشیاء اور اس کے ہمسایہ ملک ملائیشیاء میں اسلام کی اشاعت نہ تو کسی قسم کی فتوحات کے نتیجے میں عمل میں آئی اور نہ عالم اسلام کی طرف سے وہاں تبلیغ کرنے کے لئے کوئی تبلیغی مشن بھیجے گئے تھے۔ اسی طرح وہاں برصغیر کی طرح بڑے بڑے عظیم صوفیاء بھی دعوت و تبلیغ کرنے نہیں گئے تھے۔ چاروں طرف سے سمندروں میں گھرا ہوا دنیا کا یہ عظیم خطہ صرف اور صرف مسلمان تاجروں کا اخلاق و کردار دیکھ کر مسلمان ہوا۔ اگر مسلمان اپنے اخلاق و کردار کو اسلامی قالب میں ڈھال لیں اور خود کو حقیقی معنوں میں مسلمان ثابت کریں تو کچھ بعید نہیں کہ اسلام پر لگنے والے اعتراضات اور تنقید کا کماحقہ جواب دیا جاسکے۔ اس کے لئے محض دو سطح پر کام کی ضرورت ہے۔

ا۔ اسلام مخالف پروپیگنڈا سے نجات کے لئے یورپی اقوام کو اسلام کا پرامن چہرہ دکھایا جائے۔

۲۔ کردار و عمل میں اسلام کے نفاذ کے ساتھ اس کی عملی تعبیر بھی پیش کی جائے۔

3۔ اولاد کے ایمان کی حفاظت

مسلمانوں کے لئے سب سے اہم آزمائش یہ ہے کہ اپنے بچوں کے ایمان کی حفاظت کے لئے خاص بندوبست کریں۔ دنیا کماتے کماتے بچوں کا ایمان غارت نہ کر بیٹھیں۔ روزِ محشر آپ سے آپ کی اولاد کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔ قرآن حکیم میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا۔

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ''۔ (التحریم، 66:6)

یاد رکھیں! اگر ہم نے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کے اہتمام سے غفلت برتی تو ہمارے بچوں کے صرف نام ہی مسلمانوں جیسے ہوں گے جبکہ فکر و عمل میں وہ مکمل طور پر غیرمسلم بن چکے ہوں گے، پھر خواہ وہ ترقی کرتے کرتے سربراہِ مملکت ہی کیوں نہ بن جائیں، اسلام اور اہل اسلام کو ان سے کوئی فائدہ نہ ہو سکے گا۔ تحریک منہاج القرآن بڑی کامیابی کے ساتھ بالعموم ملک پاکستان اور بالخصوص دیگر ممالک میں بسنے والے مسلمان بچوں کی

marfat.com

دینی تعلیم و تربیت کے لئے بذریعہ انٹرنیٹ آن لائن کورسز کروا رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

(http://elearning.minhaj.org

تارکین وطن سے ایک امید

ذہانت فراری (brain drain) کے حوالے سے ایک خوش آئند پہلو بھی ہے، وہ یہ کہ جہاں ہم مختلف مسلم ممالک سے ترک وطن کر کے مغربی ممالک میں جا بسنے والے ڈاکٹرز، انجینئرز، ماہرین معیشت اور اسی قبیل کے اعلیٰ دماغوں کے اپنے وطنوں سے چلے جانے کا رونا روتے ہیں، وہیں اس کے اندر ایک مثبت پہلو بھی ہے کہ عالم اسلام کے وہ ذہین دماغ اُن معاشروں میں اسلامی تعلیمات کے حقیقی فروغ کا باعث بن رہے ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ وہ مغربی دنیا میں موجود ملٹی کلچرل سوسائٹی کے ثمرات سمیٹتے ہوئے ممکنہ حد تک ہر قسم کی معاشرتی سرگرمیوں میں برابر حصہ لیں اور جمہوری اصولوں کی مکمل پاسداری کریں۔ تعلیم، صحافت اور سیاست پر خاص توجہ دیتے ہوئے زندہ قوم کی طرح ترقی یافتہ اقوام کے شانہ بشانہ چل کر خود کو ان کے علمی ورثے کا حقدار ثابت کریں تاکہ جس طرح آج سے 5 صدیاں قبل اسلامی سائنس یورپ کو ورثے میں ملی اور مسلمانوں کا علمی سرمایہ اندلس (سپین) کے راستے یورپ منتقل ہو گیا تھا، اسی طرح اگلی چند دہائیوں میں مسلمان جملہ تقاضے پورے کرتے ہوئے خود کو اس قابل بنائیں کہ اس علمی ورثے کے متحمل ہو سکیں، بصورت دیگر کوئی دوسری قوم بھی اہل ثابت ہو سکتی ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم.

"اور اگر تم (حکمِ الٰہی سے) رُوگردانی کرو گے تو وہ تمہاری جگہ بدل کر دوسری قوم کو لے آئے گا پھر وہ تمہارے جیسے نہ ہوں گے"۔ (محمد، 47: 38)

کسی بھی رنگ و نسل سے تعلق رکھنے والے تارکین وطن کی تمام مسلمان تنظیموں کو چاہیئے کہ وہ رنگ و نسل اور زبان کی حدود سے بالاتر ہو کر اپنے اپنے ملکوں میں بسنے والے دیگر مسلمانوں کے ساتھ بھی اپنے روابط کو بڑھائیں۔

انفرادی طور پر تمام مسلمان تارکین وطن اپنے اپنے ملکوں کے ملکی قوانین کی پاسداری کریں اور جمہوری روایات کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔ مقامی آبادی کے ساتھ امن و محبت اور بھائی چارے کے ساتھ پیش آئیں اور انہیں اپنے اخلاق و کردار سے متاثر کریں۔

خاورین (کورس)

اعصابی، جسمانی اور جوڑوں کے دردوں کی حیرت انگیز دوا

جوڑوں کا درد، لنگڑی کا درد، گھٹنوں اور کمر کا درد، اعصابی اور جسمانی دردیں، ورم، یورک ایسڈ کی زیادتی کا فوری اور موثر حل

100% ہربل

نوٹ: خاورین (کورس) کو ایک ماہ بلاناغہ استعمال کیجئے یقیناً آپ کو بہتر نتائج ملیں گے ہمیں پورا یقین ہے کہ آپ ان اذیت ناک امراض سے چھٹکارا حاصل کرلیں گے۔

مزید مشورہ کیلئے

حکیم حافظ سید محمد احمد (لاہور)

042-38477326-0332-8477326

marfat.com

اجلاس مرکزی مجلس شوریٰ

تحریک منہاج القرآن

رپورٹ: محمد یوسف منہاجین

تحریک منہاج القرآن کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس 4,5 جون 2011ء بروز ہفتہ، اتوار مرکزی سیکرٹریٹ پر منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت مرکزی امیر تحریک محترم صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی نے کی جبکہ اجلاس کو ناظم اعلیٰ محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی نے کنڈکٹ کیا۔ اس اجلاس میں نائب ناظمین اعلیٰ، ناظمین، سینئر نائب ناظمین، نائب ناظمین، سربراہان مرکزی شعبہ جات، تحریک منہاج القرآن اور اس کے جملہ فورمز کی ملک بھر میں موجود تنظیمات میں سے منتخب ممبران مجلس شوریٰ نے خصوصی شرکت کی۔ تلاوت ونعت رسول مقبول ﷺ کے بعد اس اجلاس کی کاروائی کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

☆ایجنڈا

۱۔سال 11-2010 کے ورکنگ پلان پر عملدرآمد کا جائزہ ۲۔سال 12-2011 کیلئے تنظیمی اور تحریکی اہداف
۳۔ بیداری شعور مہم ۴۔اعتکاف 2011ء ۵۔زکوۃ وعشر مہم 2011ء

☆بیداریٔ شعور تحریک

اجلاس کے آغاز میں ناظم اعلیٰ محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی نے شرکاء اجلاس کو خوش آمدید کہتے ہوئے اجلاس کے ایجنڈے کے حوالے سے تفصیلی اظہار خیال کیا۔ بیداریٔ شعور مہم کے پس منظر کو بیان کرتے ہوئے محترم ناظم اعلیٰ نے کہا کہ

''بیداریٔ شعور مہم کا آغاز 9 اپریل 2011ء کے ورکرز کنونشن کے بعد ہو چکا ہے۔ اگلے سال کے جملہ پروگرامز میں ہم بیداریٔ شعور کو فوکس کریں گے لہذا اسے مہم کے بجائے بیداریٔ شعور تحریک کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ یہ 1 یا 2 ماہ کا کام نہیں بلکہ تسلسل کے ساتھ کرنے والا کام ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ ہم نہ روایتی سیاسی جماعت ہیں اور نہ روایتی دینی و مذہبی جماعت ہیں بلکہ ہم ایک انقلابی دینی تحریک ہیں۔ ہمارے مقاصد بڑے واضح ہیں۔ ہماری ایک منزل ہے اور ہم اس کو حاصل کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ تحریک منہاج القرآن کی 31 سالہ جدوجہد پر نگاہ دوڑائی جائے تو یہ بات بالکل واضح نظر آتی ہے کہ کسی بھی موقع پر ہم اول دن سے متعین تحریک کے مقاصد سے کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹے۔ ان اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے ہم نے مختلف راستوں پر جدوجہد ضرور کی مگر مقصد اور مشن ہمیشہ پیش نظر رہا۔ ان مختلف راستوں کا انتخاب بھی دراصل جلد از جلد اپنے مشن کے حصول کی تڑپ تھی اور جب ہم نے ان روایتی طریقوں

marfat.com

پر جدوجہد کو سعی لاحاصل جانا تو اپنی توانائیاں ادھر خرچ کرنے کی بجائے اپنے طریقہ کار میں تبدیلی کی۔

2003ء کے بعد کے دورانیہ کو دیکھا جائے تو ہم دعوتِ دین، تعلیمی اور فلاحی کام کو آگے لے کر بڑھے۔ اس دوران تمام سرگرمیوں کی نوعیت مذہبی رہی۔ دروس قرآن، دروس حدیث، حلقہ ہائے درود، حلقہ عرفان القرآن، اعتکاف، عالمی میلاد کانفرنس الغرض ان تمام سرگرمیوں کی نوعیت مذہبی ہے۔ ان مذہبی نوعیت کی سرگرمیوں کی وجہ سے بعض حلقوں میں یہ غلط تاثر عام ہوگیا کہ شاید ہم علمتہ الناس کے مسائل سے آہستہ آہستہ دور ہوتے جارہے ہیں جبکہ مختلف سیاسی جماعتیں ہر ایشو کو سیاسی طور پر استعمال کرتی ہیں اور اس کے ذریعے وہ عوام کو تحرک دیتی ہیں۔ اس موقع پر اس امر کی وضاحت کرتا چلوں کہ ہمارا دیگر روایتی سیاسی و مذہبی جماعتوں کے ساتھ موازنہ ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔ ہماری تحریک کا ایک فکر اور نظریہ ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ایک ایسی شخصیت ہیں جو قوم کو ایک نظریہ اور فکر کی طرف لے جارہے ہیں۔ تحریک اپنی فکر اور مزاج کی وجہ سے ہر ایشو پر ردعمل ظاہر نہیں کرتی، اس لئے کہ ملک میں یہ ایشو کون اٹھاتا ہے؟ ان ایشوز کو منظر عام پر لانے کے پیچھے کیا مقاصد کارفرما ہوتے ہیں؟ ان کو عملی و مالی امداد کہاں سے ملتی ہے؟ تحریک کی قیادت ان تمام امور سے باخبر ہے۔ لہذا کسی مخصوص مقصد کے تحت اٹھائے گئے بیشتر ایشوز پر ہم اپنا جذباتی ردعمل دے کر اپنے آپ کو اوروں کے ہاتھوں میں کھلونا نہیں بناسکتے۔

عالمی حالات تیزی سے تبدیل ہورہے ہیں۔ پاکستانی نوجوان میں بھی تبدیلی کی خواہش پیدا ہورہی ہے۔ اس صورت حال میں ہمیں اپنی مذہبی و دینی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اپنے انقلابی تشخص کو تبدیلی کے خواہش مند نوجوانوں کے لئے از سرنو موضوع بنانا ہوگا۔ یہ انقلابی تشخص اور شناخت ہمارے اندر اول دن سے ہی موجود ہے۔ اس انقلابی تشخص کو خود ہم نے عمداً اجاگر نہیں کیا لیکن اب وقت آگیا ہے کہ ہم اپنی اس پہچان اور شناخت کو مزید مضبوط بنیادوں پر منظر عام پر لائیں کیونکہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں کسی بھی طرف سے تبدیلی کی خواہش پوری نہ ہونے کی وجہ سے قوم مایوس ہوگی اور تبدیلی کی خواہش ہی ختم ہوجائے گی۔ شیخ الاسلام نے فرمایا ہے کہ مایوسی اور بے مقصدیت کسی قوم کے زوال کی انتہاء ہوتی ہے۔ اس وقت یہ قوم اپنے زوال کی انتہا کو چھو رہی ہے اور اس کے بعد عروج ہی کا آغاز ہے۔ عروج کی اس منزل کا حصول جہد مسلسل کی وجہ سے ہی ممکن ہوگا۔

اس صورت حال میں ضروری ہے کہ ہم اپنا وجود محسوس کرائیں اور مذہبی کے ساتھ دوسری سرگرمیوں کو بھی شروع کریں۔ یہ وہ پس منظر ہے جس کی وجہ سے بیداریٔ شعور تحریک چلانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ امر بھی ذہن میں رہے کہ یہ کوئی حادثاتی فیصلہ نہیں بلکہ ہم تدریجاً اس طرف آئے ہیں اور بیداریٔ شعور تحریک ہمارے مقاصد میں سے ایک ہے۔ فروغ علم و شعور مراحل تحریک اور مقاصد تحریک میں سے ہے۔ بیداری شعور تحریک کے تسلسل کا حصہ ہے۔

اس بیداریٔ شعور تحریک کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہم اگلے انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں۔ ہم یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ موجودہ کرپٹ سیاسی نظام کی موجودگی میں انتخابات کے ذریعے تبدیلی ممکن نہیں۔ لہذا ہم اپنے طریق سے آئینی و قانونی حدود میں رہتے ہوئے تبدیلی کی جدوجہد کو جاری رکھیں گے۔ اسکے ساتھ ساتھ ہمارے مذہبی نوعیت کے پروگرام بھی جاری و ساری رہیں گے۔ اس کام کو ہم نے بطور تحریک اس طرح آگے بڑھانا ہے جس سے تحریک کی پالیسی اور تحریک کا عالمی امیج متاثر نہ ہو۔

marfat.com

تحریک منہاج القرآن چونکہ ہمہ جہتی تحریک ہے اسی لئے بیداریٔ شعور کا کام بھی ہمہ جہتی اور وسعت کا حامل ہی ہوگا۔ یہ تحریک درج ذیل 4 نکاتی ایجنڈے پر قوم کی ذہن سازی کے لئے اقدامات کرے گی۔

۱۔اللہ کی بندگی اور عبادت کو اخلاص اور للّٰہیت تک لے کر جانا: مراد یہ کہ نماز پڑھنے والا ثواب کے لئے نہ پڑھے بلکہ اللہ کے لئے پڑھے۔ جملہ عبادات، اللہ کے لئے کرے۔ یعنی عبادات کو رسوم و رواج سے نکال کر اخلاص تک پہنچانا ہے۔ یہ پیغام ہم نے دروس عرفان القرآن، عرفان القرآن کورسز، مذہبی اجتماعات، دعوت بذریعہ سی ڈی، شیخ الاسلام کی کتب کا مطالعہ اور تربیتی سرگرمیوں کے ذریعے عوام تک پہنچانا ہے۔

۲۔حضور ﷺ سے محبت اور غلامی کو وفا تک لے کر جانا: مراد یہ کہ حضور ﷺ کی وفا کا پیغام عام کرنا ہے کہ حضور ﷺ کی وفا کیا ہے؟ دین کی وفا کیا ہے؟ حضور ﷺ سے محبت کا تقاضا آپ سے وفا کرنا ہے اور وفا کرنے سے مراد اقامت دین کی جدوجہد اور خدمت دین ہے۔ اس پیغام کو حلقہ درود، محافل نعت، محافل میلاد، دروس قرآن اور شیخ الاسلام کی کتب کے ذریعے آگے پہنچانا ہے۔

۳۔موجودہ نظام کی خرابیوں کو اجاگر کر کے نظام سے بیزاری اور نفرت تک لے کر جانا: عوام کو اس نظام کے خلاف تیار کرنا ہوگا۔ اس پیغام کے فروغ کے لئے ہم نے سیمینارز، کانفرنسز، آرٹیکلز، عوامی مسائل پر ہینڈ بلز اور کتابچوں کو اختیار کرنا ہے۔

۴۔افراد معاشرہ کو انفرادی سوچ کے حصار سے نکال کر اجتماعیت کی طرف لے کر آنا: ہماری قوم میں اجتماعیت نہیں رہی، مختلف اکائیوں میں تقسیم ہے۔ اس صورت میں قومی غیرت وحمیت کا پیغام دینا ہے اور انفرادی سوچ سے نکال کر اجتماعیت کی طرف لانا ہے۔ لوگوں کو ذاتی مفاد سے نکال کر اجتماعی مفاد کی طرف لانا ہوگا۔ اس کے لئے ہمیں تعلیمی ادارہ جات میں تعلیمی سرگرمیوں اور دیگر سماجی وفلاحی سرگرمیوں کا آغاز کرنا ہوگا۔

☆ سالانہ کارکردگی رپورٹ (2010-11ء) و آئندہ سالانہ تحریکی و تنظیمی اہداف

ناظم اعلیٰ محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی کی تفصیلی بریفنگ کے بعد سینئر نائب ناظم اعلیٰ محترم شیخ زاہد فیاض نے سال 2010-11ء کے تنظیمی و تحریکی اہداف کے حصول پر مبنی سالانہ کارکردگی رپورٹ برائے جائزہ ہاؤس میں پیش کی۔ امسال کارکردگی رپورٹ پر جائزہ کو مؤثر بنانے کے لئے انفرادی طور پر ہر نظامت اور فورم کی کارکردگی پیش کرنے کے بجائے اجتماعی طور پر ہر نظامت وفورم کے حاصل کردہ اہداف کو ہاؤس کے سامنے پیش کیا گیا۔

محترم شیخ زاہد فیاض نے گذشتہ سال تحریک اور اس کے جملہ فورمز کے ذریعے وابستہ ہونے والے افراد، رفقاء، لائف ممبرز، تحریک اور اس کے جملہ فورمز کی تحصیلی، یونین کونسل اور یونٹس سطح پر قائم ہونے والی تنظیمات کے حوالے سے ہاؤس کو آگاہ کیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے تحریک کے جملہ فورمز کی دیگر سرگرمیاں، دروس قرآن، حلقات درود، حلقات عرفان القرآن، عرفان القرآن کورسز، عرفان القرآن سنٹر، سی ڈی ایکسچینج، تربیتی کیمپس، بیداریٔ شعور کنونشن، ورکرز کنونشن، دفاتر کا قیام، تحصیلی سطح پر محافل میلاد، کتب کی نمائش، فلڈ ریلیف مہم، سیمینارز، روحانی اجتماعات، تعارفی نشستیں اور دیگر پروگرامز کی سالانہ کارکردگی رپورٹ پیش کی۔

marfat.com

☆ سالانہ کارکردگی رپورٹ (2010-11ء) ہاؤس کے سامنے پیش کرنے کے بعد محترم شیخ زاہد فیاض نے Vision-2012 کی روشنی میں آئندہ سال 2011-12ء کے اہداف بھی ہاؤس کے سامنے برائے منظوری وتجاویز پیش کئے۔

☆ محترم سینئر نائب ناظم اعلیٰ کی فیلڈ ورک کے حوالے سے بیان کی گئی رپورٹس اور اہداف کے بعد محترم ناظم اعلیٰ نے بیداریٔ شعور تحریک، سالانہ کارکردگی 2010-11ء اور آئندہ اہداف سال 2011-12ء پر آراء، تجاویز، لائحہ عمل، موثر نفاذ اور ترجیحات کے تعین کے حوالے سے ممبران مجلس کو آراء وتجاویز پیش کرنے کی دعوت دی۔ ہاؤس نے درج بالا نکات پر اپنی مفصل آراء وتجاویز کا اظہار کیا۔

فیصلہ جات: ممبران مجلس کی تفصیلی آراء ومشاورت کے نتیجے میں درج ذیل فیصلہ جات کئے گئے۔

ا۔ سال 2011-12ء کے تنظیمی وتحریک اہداف کی منظوری دی گئی۔

۲۔ سالانہ رپورٹ 2010-11ء کی کارکردگی کی روشنی میں بیداری شعور تحریک کو موثر بنانے اور اس تحریک کے چار نکاتی اہداف کے حصول کے لئے رائے شماری کے ذریعے سرگرمیوں کی درج ذیل ترجیحات طے کی گئیں۔

i۔ ویڈیو پروگرام ii۔ CD کی ترسیل iii۔ آئیں دین سیکھیں iv۔ حلقات درود وفکر

☆اعتکاف مہم

سینئر نائب ناظم اعلیٰ محترم شیخ زاہد فیاض نے اعتکاف 2011ء کا پلان ہاؤس میں پیش کیا جس کی روشنی میں فیصلہ کیا گیا کہ تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام ’’شہر اعتکاف‘‘ کا انعقاد تحریک کی پہچان ہے اور حرمین شریفین کے بعد دنیا کا سب سے بڑا اعتکاف کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ پچھلے سال سیلاب کی وجہ سے اعتکاف کا انعقاد نہ ہوسکا اور اس سے پچھلے سال کم جگہ کی دستیابی کی وجہ سے اعتکاف کو محدود کرنا پڑا۔ اس سال چونکہ الحمدللہ تمام انتظامات مکمل کرلئے گئے ہیں۔ لہٰذا گذشتہ سالوں کی نسبت کئی زیادہ معتکفین کے لئے اعتکاف گاہ میں گنجائش موجود ہوگی۔ جملہ تنظیمات، رفقاء اور کارکنان اعتکاف کو کامیاب بنانے کے لئے بھرپور محنت کریں۔

شرکاء: ا۔ تنظیمات اپنے علاقوں سے رجسٹریشن کروانے والے احباب کی سیکورٹی کلیئرنس کریں گی۔

۲۔ شرکاء کا تناسب اس طرح رکھا جائے کہ 70% رفقاء، کارکنان، وابستگان اور تنظیمی عہدیداران، 20% عوام الناس اور 10 فیصد مؤثر افراد ہوں گے۔

رجسٹریشن: ا۔ معتکفین کے لئے رجسٹریشن مورخہ 15 جولائی تا 15 اگست تک پہلے آیئے پہلے پایئے کی بنیاد پر کی جائے گی۔ ۲۔ اس سال رجسٹریشن فیس 1200 روپے فی کس ہوگی۔

۳۔ مردوں کی رجسٹریشن اوپن ہوگی جبکہ خواتین کی تعداد محدود ہوگی۔ مرکزی ویمن لیگ اپنی تنظیمات کو کوٹہ جاری کرے گی۔

☆ عشر مہم

تحریک کے زیر اہتمام چلنے والے مختلف رفاہی، فلاحی اور تعلیمی منصوبہ جات کے لئے مستقل بنیادوں پر عشر مہم کو بھی ملک گیر سطح پر لانچ کرنے کی تجویز ہاؤس میں پیش کی گئی۔ ہاؤس نے مشاورت کے بعد اس کی منظوری دی۔ منہاج

marfat.com

ویلفیئر فاؤنڈیشن اس سلسلے میں ضروری لٹریچر اور مواد تنظیمات کو فراہم کرنے کی ذمہ دار ہوگی۔

☆ زکوۃ مہم

ہاؤس کے سامنے تجویز پیش کی گئی کہ سیلاب کی وجہ پچھلے سال زکوۃ کے حوالے سے منظور کئے جانے والے پلان کے مطابق عمل درآمد نہ ہوسکا لہذا اس سال کے لئے تجویز ہے کہ زکوۃ مہم کو اسی انداز میں لانچ کیا جائے اور اس سال ہر رفیق کم از کم 5 ہزار روپے زکوۃ جمع کرے اور جملہ تحصیلات میں جمع ہونے والی زکوۃ مرکز میں جمع کروائیں۔
ہاؤس نے کثرت رائے سے اس تجویز کی منظوری دی۔

☆ پاکستان عوامی تحریک پنجاب کی تنظیم نو

☆ اجلاس میں محترم ناظم اعلیٰ نے ممبران مجلس کو بتایا کہ بیداریٔ شعور مہم سے حوصلہ افزاء نتائج کے حصول کے لئے صوبائی سطح پر پاکستان عوامی تحریک کی تنظیم نو کا عمل شروع کر دیا گیا ہے۔ اس حوالے سے ایسے افراد کو نامزد کیا گیا ہے جو فکری اور نظریاتی حوالے سے پختہ شخصیت کے مالک ہیں اور مشن کی واضحیت کے ساتھ ساتھ سماجی و سیاسی ذوق کے بھی حامل ہیں۔ اس سلسلے میں PAT پنجاب کی تنظیم نو 25 مئی کو عمل میں آئی ہے۔ جس میں درج ذیل احباب کو منتخب کیا گیا ہے۔

☆ صدر PAT: محترم لہراسب خان گوندل (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

☆ نائب صدور PAT: محترم چوہدری محمد حنیف سندھو (لاہور)، محترم حاجی طالب حسین (لاہور)، محترم ڈاکٹر ظفر علی ناز قریشی (سرگودھا ڈویژن)، محترم ڈاکٹر محمد الیاس (جنوبی پنجاب)، محترم خان عبدالقیوم خان (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

☆ سیکرٹری جنرل PAT: محترم چوہدری محمد حسین شاہین (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

☆ سیکرٹری فنانس: محترم حافظ غلام فرید ☆ سیکرٹری کوآرڈینیشن: محترم اشتیاق احمد چوھدری (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

☆ سیکرٹری انفارمیشن: محترم میاں زاہد جاوید

ممبران مجلس شوریٰ نے نئے منتخب عہدیداران PAT کو مبارکباد دی اور ہر ممکن تعاون کی یقین دہانی کروائی۔

خصوصی گفتگو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری

مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ممبران شوریٰ سے بذریعہ ویڈیو کانفرنس خصوصی گفتگو کی۔ آپ کی گفتگو نذرِ قارئین ہے:

"الحمدللہ اس بات کی خوشی ہے کہ شوریٰ کے اجلاس دستور اور شیڈول کے مطابق ہورہے ہیں۔ اس پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ ان اجلاس اور اس طرح کے دیگر اجلاسز میں اپنی کارکردگی کا جائزہ لیا کریں کہ اہداف کیا تھا اور کتنے پورے ہوئے؟ اگر پورے نہیں ہوئے تو اس کی وجوہات کیا تھیں الغرض ان اسباب کا تجزیہ کیا کریں۔ خود احتسابی کا عمل ضروری ہے، محاسبہ کا عمل اہم ہے اس سے قبل مراقبہ یعنی نگرانی اور جائزہ لینا ضروری ہوتا ہے۔ جائزہ کے اس عمل میں دیانتداری پہلی شرط ہے۔

مراقبہ میں انسان اپنے احوال کی نگرانی کرتا ہے۔ اس نگرانی کے نتیجے میں آنے والی کمی و بیشی کے اسباب کا جائزہ لینا محاسبہ کہلاتا ہے۔ محاسبہ کے عمل کے دوران نقص اور کمی کے سامنے آنے پر کبھی اس کا دفاع نہیں کرنا چاہئے، اس

marfat.com

سے مجادلہ (لڑائی جھگڑا) ہوتا ہے اور نقصانات کا ازالہ کرنے کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ محاسبہ کا مطلب اور غرض اپنا موازنہ ہوتا ہے تاکہ بہتری لائی جائے۔ زندگی میں کبھی Reactive نہ ہوں، جذباتی ردعمل کا اظہار نہ کریں۔ جب بھی Reactive ہوں گے تو زندگی میں نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

سوال کرنے کو کبھی تنقید نہ سمجھا جائے۔ سوال کو تنقید سمجھنا اصل میں Complex ہے۔ سوال کو تنقید سمجھنے پر مشاورت کی برکت ختم ہوجاتی ہے۔ سوال کو Welcome کرنا چاہئے۔ یہ لیڈرشپ کوالٹی کا حصہ ہے۔ کچھ لوگ سوال تو برداشت کرلیتے ہیں مگر تنقید برداشت نہیں کرتے۔ تنقید کا برداشت نہ کرنا ناکامی ہے۔ ذات کے محاسبہ کو ہمیشہ مثبت لیں، سوال کو مثبت لیں، تنقید کو بھی خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ لیں اگرچہ کرنے والے نے منفی انداز سے کی ہو۔ نیتوں کے حال اللہ بہتر جانتا ہے، نیت کا تعلق دل سے ہے۔ لہذا ہم کسی کے سوال یا تنقید پر منفی ہونے کا لیبل نہیں لگا سکتے۔

ایک غزوہ میں ایک صحابی نے دوسرے شخص کو قتل کیا اور جو قتل ہوا اس نے عین آخری وقت کلمہ پڑھا مگر پھر بھی اس صحابی نے اسے قتل کردیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیوں قتل کیا حالانکہ اس نے کلمہ بھی پڑھ لیا تھا؟ عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میرا خیال تھا کہ اس نے جان کے بچاؤ کے لئے کلمہ پڑھا۔ فرمایا: کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟ اس کے بعد حضور ﷺ نے 3 مرتبہ فرمایا کہ قیامت کے دن کیا جواب دو گے۔ صحابی کہتے ہیں کہ اس وقت میں سخت پریشان ہوا اور یہ کہتا رہا کہ کاش میں آج مسلمان ہوا ہوتا اور یہ عمل میرے نامہ اعمال میں نہ لکھا جاتا اور آج مسلمان ہونے کی وجہ سے پچھلے گناہ اور بداعمالیوں پر جوابدہ نہ ہوتا۔

مراد یہ ہے کہ کسی کے دل کے حال کو قیاس نہ کریں۔ کسی کے جملے کو منفی نہیں بلکہ ہمیشہ مثبت لیں۔ تنقید کو اپنے لئے نعمت سمجھیں کہ اس نے آپ کو آپ کے حال کی طرف متوجہ کیا۔ اس کی تنقید کو اپنے اوپر احسان سمجھیں۔ امام اعظم پر ایک شخص نے تنقید کی اور آپ کی غیبت کی۔ آپ کو خبر پہنچی تو آپ نے غیبت کرنے والے اور تنقید کرنے والے کے لئے تحائف بھیجے، پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا عمل کیوں کیا؟ فرمایا: انہوں نے مجھے میرے احوال کی اصلاح کی طرف متوجہ کیا، اس پر شکریہ کے اظہار کے لئے یہ تحائف بھیجے۔

یاد رکھیں وہ شخص فرسٹریشن سے نہیں نکل سکتا، صبر اور ضبط پیدا نہیں کرسکتا جو تنقید اور سوال کو برداشت نہیں کرتا۔ اگر اس طرح کی سوچ نصیب ہوجائے تو جدوجہد میں برکت آجاتی ہے اور نتائج جدوجہد سے بھی زیادہ بڑھ کر آتے ہیں۔ نیکی، نیکی تب شمار ہوتی ہے جب نیک عمل اللہ کی رضا کے لئے کیا جائے۔ اولیاء اللہ نے کہا کہ جو آدمی مخلوق کو دکھانے کے لئے عمل کرے تو یہ شرک ہے اور جو مخلوق کے دیکھنے کی وجہ سے عمل ترک کرے تو یہ ریاء و دکھلاوا ہے۔ عمل کرنا تھا اللہ کے لئے اور ہم نے عمل کرنے اور نہ کرنے کو مخلوق کے ساتھ جوڑ دیا۔ اخلاص یہ ہے کہ اعمال کی ادائیگی میں نہ شرک ہو نہ ریاء ہو۔ اخلاص یہ ہے کہ عمل ہو مگر مخلوق نہ ہو۔۔۔ اخلاص یہ ہے کہ عمل کے کرنے اور ترک کرنے میں مخلوق نہ ہو۔

کسی نیکی کا دس گنا اجر کیوں ملتا ہے؟ عمل تو ایک کیا لیکن ایک عمل پر ایک نیکی جزاء ہے اور ایک عمل پر جو 10 نیکیاں ملتی ہیں، یہ برکت ہے۔ اور یہ برکت اس عمل کے اخلاص اور للہیت کی وجہ سے ملتی ہیں۔ نیت میں محض اللہ کی

marfat.com

رضا غالب ہو، بندے اس نیت پر اثر انداز نہ ہوں۔ جس دن یہ ہوجائے تو ولایت اور برکت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

جس طرح آپ کے ایک عمل پر 10 نیکیاں ملیں اسی طرح اخلاص اور للّٰہیت کی وجہ سے کوشش میں برکت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نتائج میں بھی اضافہ فرمادیتا ہے۔ دین کی عملی جدوجہد میں نیت جتنی خالص ہوگی نتیجہ خیزی اتنی ہی بڑھ جائے گی۔ نیت اچھی کرنی ہے تو اپنے اندر سے 2 چیزوں کو نکال دیں۔

ا۔ ''میں'' (نفس) کو نکال دیں۔ کوئی کام اپنی خاطر اپنی عزت شہرت، ناموری کے لئے نہ کریں۔

۲۔ دوسروں کو نکال دیں یعنی کوئی چیز دوسروں کے لئے نہ کریں کہ وہ یہ کہے گا، وہ خوش ہوگا، وہ ناراض ہوگا۔

جب نیت میں سے ''میں، یہ، وہ، تو، تم'' الغرض نفس اور لوگ سب نکال دیں گے تو نتائج میں برکت پیدا ہوگی۔

اس کا اطلاق تنظیمی و نجی زندگیوں پر کریں کیونکہ ساری بحث یہی ہے کہ میں جانتا ہوں کہ اس کی نیت کیا ہے؟ اس ''جاننے'' کو نکال دیں اور ''نہ جاننے'' کی طرف آجائیں۔ سب خرابی اسی ''جاننے'' میں ہے۔ جس طرح نیت میں خلوصیت کے زیادہ ہونے سے ایک عمل اور ایک نیکی کا اجر 10 گنا سے بھی بڑھ کر 70 گنا، 100 گنا، 700 گنا اور لامحدود ہوجاتا ہے اسی طرح جدوجہد میں بھی نیت کی خلوصیت کی وجہ سے برکت آتی ہے اور دین کی خاطر جدوجہد میں نتیجہ خیزی بڑھ جاتی ہے اور 10 گنا سے لے کر 700 گنا تک کے نتائج سامنے آتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ جس میں اللہ کی برکت شامل ہوجائے تو اس ہی کو کرامت کہتے ہیں۔ کرامت کی اصل برکت ہے۔

جب بندہ کسی نیک عمل کی طرف راغب ہوتا ہے تو یہ اللہ کی توفیق سے ہے اور اللہ کی توفیق اس ہی کو نصیب ہوتی ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ اکابر اولیاء میں سے کسی سے پوچھا گیا کیا آپ کو پتہ چلتا ہے کہ اللہ آپ کو کب یاد کرتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، جب میں اس کو یاد کروں تو عین اسی لحہ وہ مجھے یاد کرتا ہے کیونکہ اس کی طرف سے یاد کئے بغیر یہ توفیق نہیں ملتی۔ توفیق کا ملنا اصل میں Reflection ہے۔ روشنی جس طرح منعکس ہوکر واپس آتی ہے اسی طرح اللہ کا یاد کرنا ہی انسان کو توفیق کی نعمت دیتا ہے اور توفیق وہ اپنے محبوب بندوں کو ہی دیتا ہے۔ جب کوئی کام نہ کرسکیں تو سمجھیں توفیق نہیں ملی اور جس سے توفیق چھن جائے تو یاد رکھیں یہ کسی غفلت و کوتاہی کی وجہ سے ہے۔

کارکنان، دین کی خدمت کریں۔ مشن کے فروغ کے لئے تحریک کی طرف سے دی گئی جملہ سرگرمیوں کو آگے بڑھائیں۔ کوشش آپ نے کرنی ہے، اجر اور نتائج میں برکت اللہ کی طرف سے ضرور آئے گی۔ نیت کو خالصتاً اللہ کی طرف کرنے کی ضرورت ہے۔ کارکن اور تنظیمات جس جس سرگرمی کو آگے بڑھائیں گے اس کا اجر اور صدقہ جاریہ ان کے نام ہوگا۔ بیداریٔ شعور تحریک کے ذریعے انقلاب کے پیغام کو گھر گھر پہنچائیں۔ ارشاد فرمایا:

فَذَكِّرْ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ. (الغاشیہ:۲۱) ''پس آپ نصیحت فرماتے رہیے، آپ تو نصیحت ہی فرمانے والے ہیں''۔

اس آیت میں تذکیر سے مراد شعور کی بیداری ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

يَآأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ. (المدثر: ۱۔۲) ''اے چادر اوڑھنے والے (حبیب!) اُٹھیں اور (لوگوں کو اللہ کا) ڈر سنائیں''۔

اس آیت میں قیام کرنے کا مطلب لوگوں کو بیدار کرنا ہے۔ ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا:

رَبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِي لِلْإِيمَانِ. (آل عمران:۱۹۳) ''اے ہمارے رب! (ہم تجھے بھولے ہوئے

marfat.com

تھے) سو ہم نے ایک ندا دینے والے کو سنا جو ایمان کی ندا دے رہا تھا"۔

اس آیت کریمہ میں بھی بیداریٔ شعور ہی کی طرف اشارہ ہے کہ شعور کو بیدار کرنے والے نے ندا دی اور شعور دیا۔

کارکنان مذہبی و دینی سرگرمیوں کو انقلاب آفرین بنائیں یہ بیداری شعور ہے۔ ان سرگرمیوں سے روحانیت آپ کے لئے ہو اور سوسائٹی کے لئے اس سے انقلاب پھوٹے۔ لوگوں کو رفاقت، وابستگی کی طرف راغب کریں۔ انقلاب انگیز اور نتیجہ خیز رفاقت بنائیں۔ عقیدت کو رفاقت میں بدلیں۔ جملہ سرگرمیوں سے رفاقت میں اضافہ کریں۔ جملہ سرگرمیوں میں شامل ہونے والے افراد کو مصطفوی انقلاب کی طرف منتقل کریں۔ ان کو ثواب تک نہ رکھیں بلکہ انقلاب کی طرف لائیں۔ اگر دینی سرگرمیوں کا فائدہ آپ کو پہنچے تو ثواب ہے اور سوسائٹی کو پہنچے تو انقلاب ہے۔ وابستگی کو انقلابی وابستگی میں تبدیل کریں۔

ہر حال میں استقامت میں رہیں، کارکن وہی ہے جو صاحب استقامت ہے۔ عمل، سوچ اور اللہ کے ساتھ تعلق میں استقامت رکھیں۔ گردو پیش کے حالات یقیناً استقامت چھیننے والے اور مایوس کن ہیں۔ مایوسی سے نکلنا انقلاب ہے۔ اس پورے ماحول میں خیر کا وجود نہیں بچا۔ اس ماحول میں چٹان کی طرح اپنے آپ کو قائم رکھیں۔ سیلاب میں وہ بہتا ہے جس کی بنیاد کمزور ہو۔ آپ پہاڑ بن جائیں کہ بڑے سے بڑا سیلاب آپ کو نہ ہٹا سکے۔ کوہ استقامت بنیں کہ آپ پر حالات اثر انداز نہ ہوں۔

سوال کریں کہ کس نے قوم اور ملک کو یہاں تک پہنچادیا؟ جواب یہی ہوگا کہ حکمرانوں نے۔ ان حکمرانوں کے نام اس لئے نہیں لیتے کہ ہر کسی کی کسی نہ کسی کے ساتھ وابستگی ہے۔ ہر کوئی کہتا ہے کہ مرگئے، حالات خراب ہیں۔ سوال کریں کہ پھر چپ کیوں ہیں؟ ان کے خلاف کوشش کیوں نہیں کررہے۔ تو جواب خاموشی ہے۔ پس قوم خاموش ہے اور اسی بناء پر اس تباہی کی ذمہ دار ہے۔

کارکن دائیں بائیں کی فکر نہ کریں کہ لوگ کیا کررہے ہیں اور کیا نہیں کررہے؟ اردگرد سے متاثر نہ ہوں۔ آپ دعوت الی الحق دینے والے لوگ ہیں۔ لہذا آپ بہاؤ کے پیچھے نہ چلیں بلکہ ان شعور سے محروم اور بکھرے ہوئے لوگوں کو ساتھ لے کر چلیں۔ آپ کا کردار قیادت کا ہونا چاہئے نہ کہ تقلید کا۔ آپ نے اس قوم کو Lead کرنا ہے، اس قوم کو Follow نہیں کرنا۔ اس لئے کہ قوم نیکی اور بدی میں فرق نہیں کرپارہی۔

آج ایک نام نہاد طبقہ ہم پر مسلط ہے۔ نااہل، اہل اقتدار ہیں، فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ آپ نے کس ایشو میں شامل ہونا ہے اور کہاں شامل نہیں ہونا۔ آپ شعور اور ہدایت کے ساتھ چلیں۔ صدق و اخلاص، روحانیت، عبادت، نیکی نیتی، حسن کردار، حسن سیرت اور علم آپ کا اسلحہ ہے۔ اس اسلحہ کے بغیر آپ بازی نہیں جیت سکتے۔ اعلیٰ اعمال، اعلیٰ اخلاق، روحانیت اور نیک نیتی کے ساتھ آپ نے یہ جنگ جیتنی ہے۔

اللہ آپ کو عزم و ہمت دے، استقامت دے تاکہ آپ جلد از جلد اپنی منزل کو پہنچیں اور مصطفوی انقلاب آپ کی زندگیوں میں شرمندہ تعبیر ہو۔

شیخ الاسلام کی اس خصوصی گفتگو کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی جس میں آپ نے ممبران مجلس شوریٰ کے سوالات کے جوابات دیئے۔

marfat.com

انفرادی و اجتماعی وظائف

آج کل پاکستان اور عالم اسلام کو مشکل ترین حالات، ابتلاؤں اور فتنوں کا سامنا ہے۔ ان حالات میں حضور ﷺ کے توسل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجائے رحمت کی ضرورت کئی گنا زیادہ ہوگئی ہے۔ لہذا تحریک منہاج القرآن کے دنیا بھر کے رفقاء و وابستگان سے التماس ہے کہ انفرادی و اجتماعی طور پر درج ذیل وظائف کا دی گئی ہدایات کے مطابق اہتمام کریں۔

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

۱۔ سب سے پہلے ایک تسبیح درود شریف کی پڑھی جائے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ.

۲۔ اس کے بعد درج ذیل آیت مبارکہ کی ایک تسبیح جائے:

☆ **يَمْحُوا اللهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ** o (الرعد، ۱۳:۳۹)

۳۔ اس کے بعد آیت کریمہ کی ایک تسبیح کی جائے:

☆ **لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ** o (الانبیاء، ۲۱:۸۷)

۴۔ اس کے بعد درج ذیل ایک تسبیح کی جائے:

☆ **يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِكَ اَسْتَغِيْثُ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ.**

۵۔ درج بالا تینوں تسبیحات بار بار کی جائیں اور وظیفے کے اختتام پر ایک تسبیح درود شریف کی کر لی جائے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ.

نوٹ: درود شریف کی ایک ایک تسبیح صرف اوّل و آخر میں کی جائے گی، جب کہ سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۳۹، آیت کریمہ اور يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِكَ اَسْتَغِيْثُ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ کی تسبیحات بار بار کی جائیں گی۔

☆ وظائف کے اختتام پر امت مسلمہ کو آزمائشوں اور فتنوں سے نجات، تحریک منہاج القرآن کے رفقاء کی حفاظت، مشن پر استقامت، تحریک کی کامیابی اور شیخ الاسلام کی صحت و سلامتی اور آپ کی عمر میں برکت کی خصوصی دعا کریں۔

☆ جملہ رفقاء و وابستگان انفرادی وظائف کسی ایک نماز کے بعد معمول کا حصہ بنائیں۔

☆ پاکستان اور دنیا بھر میں تحریک کے مراکز پر ہونے والی ہفتہ وار محافل اور گھروں میں منعقد ہونے والے حلقات درود میں بھی ان وظائف کا کم از آدھ گھنٹہ کے لئے اجتماعی اہتمام کیا جائے۔

marfat.com

انتباہ! یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ بعض نادان دوست اپنے ذاتی کاروبار میں تحریک اور قائد تحریک کا حوالہ دیکر لوگوں کو راغب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے تمام لوگ دروغ گوئی سے کام لیتے ہیں۔ نیز مجلہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔ (ادارہ)

تنظیمات متوجہ ہوں!

تنظیمی و تحریکی سطح پر مصطفوی مشن کے فروغ کے لئے اگر عام معمولات اور سرگرمیوں سے ہٹ کر کسی خاص حکمت عملی اور منصوبہ بندی کے نتیجے میں آپ کی تنظیم کو غیر معمولی کامیابی اور نتائج حاصل ہوئے ہیں تو آپ اُس حکمت عملی، منصوبہ بندی اور سرگرمیوں کی تفصیلات اور اُس سے حاصل ہونے والے غیر معمولی نتائج ماہنامہ منہاج القرآن کو ارسال کریں۔ تاکہ تنظیمی و تحریکی سطح پر آپ کی اس کامیابی کو شمارہ کی زینت بنایا جاسکے اور دیگر تنظیمات بھی آپ کے ان قیمتی تجربات اور غیر معمولی کامیابیوں کی روشنی میں اپنا لائحہ عمل مرتب کرسکیں۔ (ادارہ)

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور تحریک منہاج القرآن کے مصطفوی پیغام کو اپنے علاقے میں موجود پبلک لائبریریز، کالجز، سکولز، عوامی مقامات، دوست احباب اور علاقے کی موثر شخصیات تک پہنچانے کے لئے

سالانہ خریداری کی صورت میں تحفہ بھجوائیں

سالانہ خریداری -/250 روپے

دماغ افروز

قوت حافظہ اور دماغ کیلئے زبردست اکسیر

☆ دماغی محنت کرنے والوں کیلئے بہترین نعمت
☆ دماغ کی خشکی، سر چکرانا، ذہنی ہیجان اور بے خوابی دور کرنے کی جادو اثر دوا
☆ بھوک بڑھائے، ہاضمہ درست کرے اور خوراک کو جزو بدن بنائے

قوت حافظہ اور ذہن کیلئے بہترین
عینک اتارنے کے خواہشمند حضرات کیلئے دو ماہ کا کورس
سکول پڑھنے اور حفظ کرنے والے بچوں کیلئے خاص تحفہ

حکیم حافظ سید محمد احمد (لاہور)

042-38477326-0332-8477326

marfat.com

دینی و عصری تعلیم کا بہترین امتزاج

زیرِ سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

جامعہ منہاج القرآن کراچی

میٹرک پاس طلباء کیلئے علومِ شریعہ کے ساتھ انٹر، گریجویشن اور ماسٹرز

داخلے جاری ہیں

☆ انگلش اور عربی لینگویجز ☆ کمپیوٹر لیب کی سہولت
☆ ہاسٹل کی سہولت ☆ جامع نظامِ تربیت ☆ مثالی لائبریری

مفتی ارشاد حسین سعیدی (پرنسپل جامعہ منہاج القرآن) 0333-7436422

جامعہ منہاج القرآن سیکٹر A-17 شاہ لطیف ٹاؤن کراچی

0213-7793586, 0307-2102689, 0333-7436422, 0300-2440390

www.minhaj.org, www.minhajkarachi.org, jamia.minhaj@gmail.com

داخلہ فارم پراسپیکٹس اور مزید معلومات کیلئے رابطہ کریں

ADMISSION FALLS

F.Sc. F.A. ICS. I.Com.

اسلامیہ ڈگری کالج

علوم شریعہ + B.A. M.A.

منہاج ایجوکیشن بورڈ سے الحاق

برائے طلباء و طالبات

دو سال میں ترجمہ تفسیر کی تکمیل
فاضل عربی کی کلاسز

القرآن کمپلیکس
قراءت اکیڈمی

برائے طلباء و طالبات
دو سالہ کورس
تجوید و قراءت + سبعہ عشرہ

Education Sensation Revolution

Laurel Home School

English Medium HIGHER SECONDARY For Boys & Girls

Affiliated with: Board of Intermediate & Secondary Education. Gujranwala.

تحفیظ القرآن انسٹیٹیوٹ برائے طلباء و طالبات

2 سے 3 سال میں تکمیل حفظ القرآن

ہاسٹل کی محفوظ اور بہترین سہولت کیساتھ

پرنسپل
مسز گل فردوس
سابق لیکچرار منہاج گرلز کالج لاہور

پروفیسر علامہ محمد مظہر حسین قادری
ایم اے اسلامیات - ایم اے عربی - ایم اے انگلش -
فاضل المنہاج انٹرنیشنل یونیورسٹی لاہور -

Contact: Opp. Govt Science College, G.T. Road, Gujrat.
0300-9629566- 053-3531001-3514297. 0333-8408684

marfat.com

عصر حاضر میں طالبات کیلئے جدید دینی و عصری علوم کے حسین امتزاج کی حامل واحد درسگاہ

داخلہ جاری ہے

منہاج کالج برائے خواتین

زیرِ سرپرستی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کلاسز کا آغاز	داخلہ فارمز جمع کروانے کی آخری تاریخ	پروگرامز
12 ستمبر 2011ء	یکم اگست 2011ء	☆علوم شریعہ مع ایف اے (دو سالہ)
26 ستمبر 2011ء	یکم ستمبر تا 24 ستمبر 2011ء	☆بی ایس ۔ اسلامک سٹڈیز (چار سالہ)
26 ستمبر 2011ء	یکم ستمبر تا 24 ستمبر 2011ء	☆ایم۔اے اسلامیات
26 ستمبر 2011ء	یکم ستمبر تا 24 ستمبر 2011ء	☆بی۔ایڈ

☆بورڈ اور یونیورسٹی کے امتحان میں پوزیشن لینے والی طالبات کیلئے فری تعلیم و رہائش

☆90% نمبر حاصل کرنے والی طالبات کے لئے فری تعلیم

☆85% سے 89% نمبر حاصل کرنے والی طالبات کیلئے ٹیوشن فیس میں 75% رعایت

☆80% سے 84% نمبر حاصل کرنے والی طالبات کیلئے ٹیوشن فیس میں 50% رعایت

دیگر شارٹ کورسز

☆عرفان القرآن کورس ☆کمپیوٹر ☆Arabic Language

☆English Language ☆فن تجوید ☆نعت ☆خطابت ☆ووکیشنل

محدود نشستوں پر ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

برائے رابطہ:

منہاج کالج برائے خواتین (منہاج یونیورسٹی لاہور)

سوک سنٹر (بغداد ٹاؤن) ٹاؤن شپ لاہور

فون: 5-042-5116784، ای میل: unimcw@gmail.com

marfat.com

دینی سکالر بننے کے ساتھ ساتھ معلم، صحافی، وکیل، سی ایس پی آفیسر اور معیشت دان بننے کے مواقع

زیر سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

میٹرک پاس طلبہ کیلئے داخلہ جاری

علوم شریعہ مع ایف۔اے (دو سالہ)

دیگر کورسز

کورسز	دورانیہ	اہلیت
BS اسلامیات و عربی	چار سال	ایف۔اے
B.Ed	ایک سال	بی۔اے
M.A اسلامیات	دو سال	بی۔اے
M.Phil اسلامیات	دو سال	ایم۔اے
M.Phil عربی	دو سال	ایم۔اے
Ph.D اسلامیات	تین سال	M.Phil اسلامیات
Ph.D عربی	تین سال	M.Phil عربی

نمایاں خصوصیات

- تعلیم اور تربیت ساتھ ساتھ
- اخلاقی و پیشہ وارانہ تربیت
- فن تقریر و تحریر و نعت کی تربیت
- ہاسٹل کی سہولت
- جدید کمپیوٹر لیب
- سپوکن انگلش/عربی
- کیریئر پلاننگ
- پوزیشن ہولڈرز کیلئے وظائف
- جامعۃ الازہر (مصر) میں سکالرشپ پر تعلیم کے مواقع
- اندرون و بیرون ملک منہاج القرآن سنٹرز میں تعیناتی کے مواقع

اسلامی فکر و عمل سے ہم آہنگ تعلیمی و تربیتی ادارہ

کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز (لاہور بورڈ سے الحاق شدہ)

منہاج یونیورسٹی لاہور (چارٹرڈ حکومت پنجاب) (HEC سے منظور شدہ)

برائے رابطہ: 365۔ایم ماڈل ٹاؤن لاہور PH:042-35169120, 042-35176670

marfat.com

ملک بھر سے ہول سیلرز، رٹیلرز اور لائبریریز کے احباب خصوصی رعایت کے لئے رابطہ کریں۔

منہاج پروڈکشنز

365 M Model Town Lahore Pakistan
email: cd@minhaj.org
web: www.minhaj.org

marfat.com

تزکیۂ نفس، فہم دین، اصلاح احوال، توبہ اور آنسوؤں کی بستی

شہرِ اعتکاف

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کے دس روزہ خصوصی خطابات

فقہی نشستیں، تربیتی حلقے، محافل قرأت و نعت، خصوصی وظائف

خواتین کیلئے اعتکاف کا باپردہ انتظام ہوگا

بمقام:

جامع مسجد المنہاج

بغداد ٹاؤن (ٹاؤن شپ) لاہور

نوٹ: معتکفین سحر اور افطار کیلئے مبلغ -/1200 روپے فی کس جمع کروائیں گے

پریشانی سے بچنے کیلئے پہلے آیئے پہلے پایئے کی بنیاد پر ایڈوانس بکنگ کروائیں۔

منجانب: نظامتِ اجتماعات تحریک منہاج القرآن

Tel: 042-111-140-140, 042-35163843, Mob:0313/333-4244365 www.minhaj.org

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
LAHORE
Regd CPL No.41

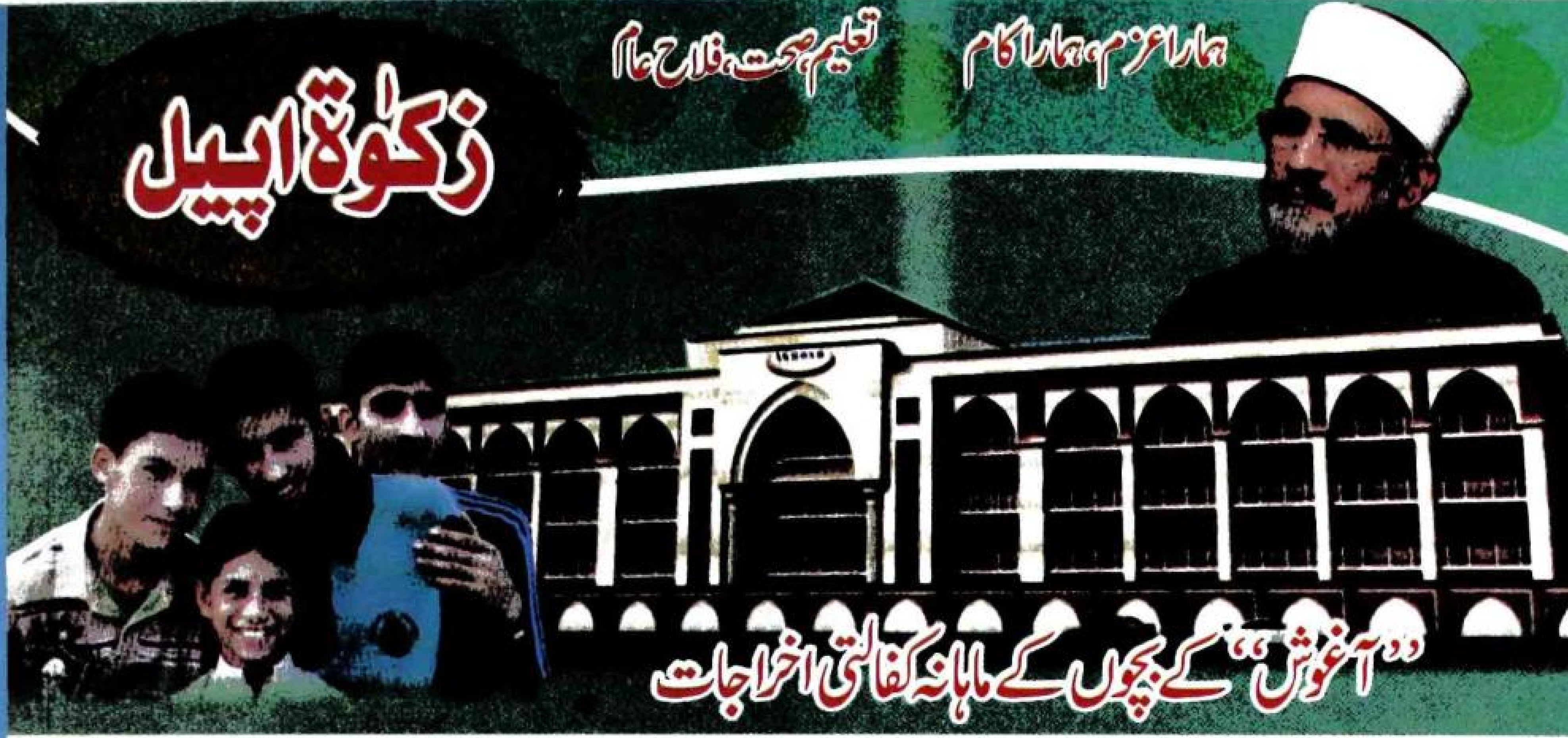

یتیم اور بے سہارا بچوں کا ادارہ ”آغوش“ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کا سب سے بڑا منصوبہ ہے۔ 500 بچوں کی رہائش پر مشتمل ٹاؤن شپ لاہور میں اس کی خوبصورت وجدید خطوط پر استوار 5 منزلہ عمارت مکمل تیار ہو چکی ہے۔

یہاں مقیم 500 یتیم و بے سہارا بچوں کی مکمل کفالت (رہائش، خوراک، لباس تعلیم) کے ماہانہ اخراجات -/6500 روپے ہیں۔ اس کارِ خیر میں MWF آپ کے تعاون کی منتظر ہے۔

ذہین اور مستحق طالبات کیلئے ادارہ ”بَیْتُ الزَّہْرَاء“ کے قیام کا عظیم منصوبہ

آغوش کی طرز پر ذہین اور مستحق طالبات کی رہائش و کفالت کے ادارہ ”بَیْتُ الزَّہْرَاء“ کا قیام بھی عمل میں لایا جا رہا ہے جس پر دس کروڑ کے قریب لاگت آئے گی۔ مزید برآں پاکستان بھر میں 5 درجن سے زائد تعلیمی اور فلاحی منصوبہ جات زیرِ تعمیر ہیں۔

ان عظیم فلاحی منصوبہ جات کی تکمیل کیلئے اپنی زکوٰۃ اور عطیات مختص فرما کر بروزِ حشر تاجدارِ کائنات ﷺ کی قربت حاصل کر کے اپنی نجات کا سامان کیجئے۔

آپ اپنی زکوٰۃ عطیات و صدقات ادارہ آغوش اور زیرِ تعمیر عظیم الشان منصوبہ جات کیلئے منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے زکوٰۃ اکاؤنٹ نمبر **01977900163103** حبیب بینک لمیٹڈ فریڈم اکاؤنٹ منہاج القرآن برانچ لاہور میں بذریعہ آن لائن/چیک/ڈرافٹ جمع کرائیں۔

Ph:042-35168365
Fax:35168184
www.welfare.org.pk
e-mail:info@welfare.org.pk

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن

MWF

366-ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

marfat.com